Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... جھوٹ کا پلندہ اپریل فول........................مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن... ''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' کی تفسیر وتشریح ....مفتی محمد رضوان ۱۰

درسِ حدیث .... ایمان کے شعبے..........................محمد یونس ۱۴

مقالات ومضامین واصلاحِ معاشرہ :

ماہ صفر کا پیغام بدشگونی کے نام ....مفتی محمد رضوان ۱۷

کھیل کھلاڑی اور کرکٹ کی تباہ کاریاں.......................... // // ۲۱

رشوت اور اس کی مروجہ صورتیں (قسط۲)..........................محمد یونس ۲۶

یادِ عہد رفتہ (تیسری وآخری قسط)..............................محمد امجد ۲۹

علم کے مینار..... مکہ کے چرواہے سے کوفہ کے امام تک.................ابوعفان ۳۵

تذکرہ اولیا:.. حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف (آخری قسط)........طارق محمود ۳۹

پیارے بچو! .... بیٹا جھوٹ مت بولنا........................ابوریحان ۴۳

بزمِ خواتین ...... عدت سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ ....ابوسلمہ ۴۵

آپ کے دینی مسائل کا حل..... پرائز بانڈ (Prize bond).........مفتی محمد رضوان ۴۹

کیا آپ جانتے ہیں؟ : معاشرہ کی مختلف نظریاتی وعملی خرابیوں کا جائزہ......مفتی محمد رضوان ۵۷

حیرت کدہ .... فتح قسطنطنیہ اور خشکی پر جہاز.........................محمد امجد ۶۶

طب وصحت .... ہیپا ٹائٹس................................حکیم محمد فیضان ۷۱

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز........................ادارہ ۷۴

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...................ادارہ ۷۵

(TO THE EDITORS(3&lastpart..................... عرفان الٰہی ۷۸

اداریہ

مفتی محمد رضوان

جھوٹ کا پلندہ اپریل فول

مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے معاشرے میں جن بے شمار رسموں کو نہ صرف جنم دیا بلکہ ان کو پروان چڑھانے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی اور پوری قوم کے اجتماعی دیوالیہ پن ہونے میں بھی اہم کردار ادا کیا یہاں تک کہ اپنے دین کے ساتھ بھونڈا مزاق بنانے تک پر مجبور کر دیا۔ان میں سے ایک المناک اور شرمناک رسم ''اپریل فول'' یا ''فسٹ اپریل'' کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے.........اس ملعون رسم کے ذریعہ اپریل کی پہلی تاریخ میں جھوٹ کے پلندے باندھ کر دوسرے کو دھوکہ دینا، اسے بے وقوف بنانا اور انتہائی شاطرانہ وعیارانہ انداز میں سچ کا خول چڑھا کر اور خوبصورت لیبل لگا کر دوسرے کو نہ صرف تکلیف پہنچانا بلکہ دوسرے کی جان ومال تک سے کھیل جانا ہنرمندی اور عقلمندی سمجھا جاتا ہے، جو شخص جتنی صفائی، ڈھٹائی، چالاکی اور چابکدستی کے ساتھ دوسرے کو ظلم وستم کا نشانہ بنائے اسے اتنا ہی بڑا پروٹوکول دیا جاتا اور فسٹ اپریل سے صحیح اور ٹھیک ٹھیک فائدہ اٹھانے والا خیال کیا جاتا ہے..........یہ بھونڈا مزاق جسے دراصل مذاق کا بگاڑ کہنا چاہئے ایسا ہی ہے جیسا کہ پاخانے اور غلاظت کے اوپر چاندی کے ورق چڑھا کر کسی مٹھائی فروش کے خوبصورت شوکیس میں رکھ دیا جائے، جسے دیکھ کر دوسرے لوگ عمدہ اور قیمتی حلوا و مالیدہ سمجھیں ظاہر ہے کہ ایسے دھوکہ باز، عیار ومکار شخص کو جعل ساز اور فراڈیے وغیرہ جیسے بُرے القابات سے ہی نوازا جائے گا۔یہی حال اپریل فول کا گورکھ دھندا کھیلنے والے گروگھنٹال افراد کا بھی ہے اپریل فول کی رسم منانے والی مسلم قوم کے لئے اس سے زیادہ المیہ کی بات اور کیا ہوگی کہ وہ قوم جس کو اپریل فول جیسی عقل وشرع کا منہ چڑانے والی رسموں کو ختم کرنے اور مٹانے کے لئے پیدا کیا گیا تھا وہی قوم آج ان رسموں کی والی، وارث اور داعی بن بیٹھی ہے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

اس سیاہ کار رسم کی بدولت اب تک دنیا میں نہ جانے کتنی قیمتی جانوں کا ضیاع ہو چکا ہے، کتنے گھر اُجڑ چکے ہیں، کتنے بچے یتیم ہو چکے ہیں، کتنی عورتیں بیوہ ہو چکی ہیں، کتنے لوگوں کے قیمتی مالوں کا ضیاع ہو چکا ہے اور زندگی کے کتنے قیمتی اوقات اس فضول رسم کی خاطر پریشانی اور دوسروں کی تکلیف کی نظر ہو چکے ہیں۔ ایسے بے شمار واقعات اس مردود رسم کے نتیجہ میں رونما ہوئے ہیں، کسی مظلوم شخص کو ایسے سخت صدمے کی

Idara Ghufran

اطلاع دے دی گئی اور وہ اس صدمے کی تاب نہ لاکر ہارٹ فیل یا ہارٹ اٹیک کا شکار ہوا اور دنیا سے چل بسا، فسٹ اپریل کو واقعی کوئی حادثہ ہوا اور گھر والوں کو اطلاع دی گئی مگر وہ بروقت نہ پہنچ سکے اور اپریل فول سمجھ کر یقین نہیں کیا جس کے نتیجہ میں مریض اور حادثہ کا شکار دم توڑ گیا۔ کسی کے گھر اطلاع دی گئی کہ آپ کے ہاں فلاں فلاں مہمان کھانے پر پہنچ رہے ہیں گھر والوں نے کھانے کا سارا انتظام کیا اور بعد میں اپریل فول ہونا ظاہر ہوا جس کے نتیجہ میں سارا کھانا ضائع ہوا۔ کسی کو اطلاع دی گئی کہ آپ کے فلاں قریبی عزیز کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور فلاں شہر یا فلاں جگہ ہسپتال میں داخل اور ایڈمٹ ہیں گھر والے دور دراز کا سفر کر کے روتے پیٹتے وہاں پہونچے سارا ہسپتال چھان مارا اور تھک کر چور ہو گئے بعد میں معلوم ہوا کہ اپریل فول منانے والوں نے بھونڈا مزاق کر کے شیطانی رسم کا سہرا اپنے سر سجایا ہے۔ کسی کو دوسرے کے متعلق بھڑکا دیا گیا، جس کے نتیجے میں طلاق واقع ہو کر ہمیشہ کے لئے گھر اُجڑ گیا۔ دو خاندانوں میں بغض وعناد کی آگ بھڑک اٹھی، رشتہ داروں میں قطع رحمی پیدا ہوگئی۔

اپریل فول کی رسم عقل کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ کئی خرابیوں اور کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے مثلاً:

(۱) جھوٹ بولنا...... جھوٹ بولنا اپریل فول کی ملعون رسم کا پہلا رکن ہے سب جانتے ہیں کہ اس رسم کی بنیاد جھوٹ پر قائم ہے، جھوٹ کے سہارے پر ہی یہ رسم چلتی ہے اگر جھوٹ نہ بولا جائے تو اس رسم کا وجود ہی ختم ہوجائے...... ایک حدیث میں جھوٹ بولنے کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے، اور یہ بھی ساتھ بتلایا گیا کہ اگر چہ وہ شخص روزہ رکھے، نماز پڑھے اور اپنے بارے میں یہ سمجھے کہ میں صحیح مسلمان ہوں (مسلم) اپریل فول منانے والے افراد سوچ لیں کہ وہ اس رسم کی زد میں آ کر کہیں نفاق کے مرض میں تو مبتلا نہیں ہو رہے؟ جھوٹ کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت فرمائی گئی ہے ''**لَعْنَةُ اللہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ** '' اپریل فول منانے والے اللہ تعالیٰ کی اس قرآنی لعنت کا شکار ہوتے ہیں اور جو جو حضرات بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں وہ بھی ان الفاظ کی تلاوت کر کے ان پر بار بار لعنت بھیجتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے رات میں لمبا خواب دیکھا جس میں یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ لوہے کے زنبور سے دوسرے شخص کے گال اور گلّے چیر رہا ہے اور چیرتے چیرتے گدی تک جا پہنچتا ہے پھر دوسری طرف کے گال اور کلے کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے۔ اتنے میں پہلا حصہ درست ہو جاتا ہے پھر اس کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے اور یہ سلسلہ برابر چل رہا ہے۔ فرشتے نے آپ ﷺ کو بتلایا کہ اس کو جھوٹ بولنے کی سزا

دی جارہی ہے (بخاری)......اپریل فول منانے والے یہاں دوسرے کو دھوکہ دے کر خوش ہوتے اور ہنستے ہیں اور کل قیامت کے دن اس کا مزہ چکھ لیں گے......اپریل فول کے بارے میں عام طور پر یہ تاویل کی جاتی ہے کہ ہم حقیقت میں جھوٹ نہیں بولتے بلکہ دوسرے کے ساتھ مزاق کرتے ہیں اور ایک رسم منانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔مگر یاد رکھئے کہ مزاق میں بھی دوسرے کے سامنے جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں یہاں تک کہ حضورﷺ نے چھوٹے بچوں کو بہکانے پھسلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے (ابوداؤ دو بیہقی)......گناہ کر کے اس میں تاویل کرنے اور اپنے آپ کو گنہگار نہ سمجھنے کی وجہ سے گناہ کی برائی ختم نہیں ہوجاتی...... برقرار رہتی ہے، بلکہ بعض اوقات ایمان شکن معاملہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے......آج کل بعض لوگ اپریل فول میں صریح جھوٹ بولنے اور دوسرے کو دھوکہ دینے کو گناہ نہیں سمجھتے بلکہ الٹا اس پر فخر کرتے اور اس میں اپنا کوئی کمال اور ہنر سمجھتے ہیں، جو کہ بہت سنگین جرم ہے......شریعت کے کسی واضح حرام حکم کا انکار کرنے اور کسی شرعی حکم کو حقیر اور بے وقعت سمجھنے سے ایمان سے محروم ہونے کا خدشہ ہے، جس کو شریعت کی زبان میں ''استحلالِ معصیت'' اور ''استخفافِ معاصی'' کہا جاتا ہے۔

(۲) دھوکہ دہی......اپریل فول میں دوسری بڑی خرابی دوسرے کو دھوکہ دینے کی ہے جب اپریل فول کی رسم پوری کرتے وقت جھوٹ بولا جاتا ہے تو دوسرا شخص دھوکہ میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزرا کہ اپریل فول میں پوری ڈھٹائی اور صفائی کے ساتھ جھوٹ بول کر دوسرے کو دھوکہ دینا بڑا ہنر و کمال سمجھا جاتا ہے۔اس لئے دوسرے مسلمان کو دھوکہ دینا اپریل فول کا گویا کہ دوسرا بڑا رکن ہے اور یہ بھی حرام اور کبیرہ گناہ ہے ......ایک حدیث میں ارشاد ہے ''مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا '' (مسلم) یعنی جو شخص ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۳) دوسرے کو تکلیف پہنچانا...... اپریل فول میں تیسرا بڑا اور کبیرہ گناہ دوسرے کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کا ہے ظاہر ہے کہ جب جھوٹ بول کر دوسرے مسلمان کو دھوکہ میں ڈالا جاتا ہے تو اس سے اسے جانی یا مالی تکلیف پہنچتی ہے۔کسی کی جان چلی جاتی ہے یا مالی نقصان ہوجاتا ہے۔ یا کم از کم ذہنی تکلیف تو ضرور پہنچتی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے ''بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مومن مردوں اور عورتوں کو، انہوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا''

(۴) دوسرے کے ساتھ خیانت اور حق تلفی......اپریل فول میں چوتھا گناہ دوسرے مسلمان کے ساتھ خیانت اور حق تلفی کرنے کا بھی پایا جاتا ہے ایک حدیث میں ہے ''کَبُرَتْ خِیَانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَلَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِہٖ کَاذِبٌ '' (ابوداؤد) یعنی: بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات کہو جس میں وہ تمہیں سچا سمجھے۔ حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو''۔ خیانت کرنے کو کئی احادیث میں منافق کی نشانیوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(۵) غیر قوموں کی مشابہت......سب سے شرمناک اور المناک خرابی اپریل فول میں یہ ہے کہ یہ رسم غیر قوموں کی ایجاد اور اسلامی نظریات سے متصادم ہے، اس کی تاریخی حیثیت کو عالم اسلام کے مشہور و معروف اسکالر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے بہت اچھے انداز میں واضح کیا اور اس پر روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں:

یہ رسم جس کی بنیاد جھوٹ، دھوکے اور کسی بے گناہ کو بلاوجہ بیوقوف بنانے پر ہے، اخلاقی اعتبار سے تو جیسی کچھ ہے، ظاہر ہی ہے، لیکن اس کا تاریخی پہلو بھی ان لوگوں کے لئے انتہائی شرمناک ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس پر کسی بھی اعتبار سے ایمان رکھتے ہیں۔ اس رسم کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس بارے میں مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں۔

بعض مصنفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے، وینس کا ترجمہ یونانی زبان میں Aphrodite کیا جاتا تھا، اور شاید اسی یونانی نام سے مشتق کر کے مہینے کا نام اپریل رکھ دیا گیا (برٹانیکا پندرھواں اڈیشن ج ۸ ص ۲۹۲)

لہٰذا بعض مصنفین کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ یکم اپریل سال کی پہلی تاریخ ہوتی تھی، اور اس کے ساتھ ایک بت پرستانہ تقدس بھی وابستہ تھا، اس لئے اس دن کو لوگ جشنِ مسرت منایا کرتے تھے اور اسی جشنِ مسرت کا ایک حصہ ہنسی مذاق بھی تھا جو رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپریل فول کی شکل اختیار کر گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جشنِ مسرت کے دن لوگ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے تحفے کے نام پر کوئی مذاق کیا جو بالآخر دوسرے لوگوں میں بھی رواج پکڑ گیا۔

(انسائیکلوپیڈیا) برٹانیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ۲۱/ مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ)

قدرت ہمارے ساتھ مذاق کر کے ہمیں بے وقوف بنا رہی ہے، لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بے وقوف بنانا شروع کر دیا (برٹانیکا ج ا ص ۴۹۶)

یہ بات اب بھی مبہم ہی ہے کہ قدرت کے اس نام نہاد ''مذاق'' کے نتیجے میں یہ رسم چلانے سے ''قدرت'' کی پیروی مقصود تھی، یا اُس سے انتقام لینا منظور تھا؟

ایک تیسری وجہ انیسویں صدی عیسوی کی معروف انسائیکلوپیڈیا ''لاروس'' نے بیان کی ہے، اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے وہ وجہ یہ ہے کہ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا، موجودہ نام نہاد انجیلوں میں اس واقعے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، لوقا کی انجیل کے الفاظ یہ ہیں:

''اور جو آدمی اسے (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو) گرفتار کئے ہوئے تھے اس کو ٹھٹھے میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس کے منہ پر طمانچے مارتے تھے اور اس سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت (یعنی الہام) سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا؟ اور طعنے مار مار کر بہت سی اور باتیں اس کے خلاف کہیں'' (لوقا ۲۲: ۶۳ تا ۶۵)

انجیلوں میں ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودی سرداروں اور فقیہوں کی عدالتِ عالیہ میں پیش کیا گیا، پھر وہ انہیں پیلاطس کی عدالت میں لے گئے کہ ان کا فیصلہ وہاں ہوگا، پھر پیلاطس نے انہیں ہیروڈیس کی عدالت میں بھیج دیا، اور بالآخر ہیروڈیس نے دوبارہ فیصلے کے لئے ان کو پیلاطس ہی کی عدالت میں بھیجا۔

لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق کرنا اور انہیں تکلیف پہنچانا تھا اور چونکہ یہ واقعہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا اس لئے اپریل فول کی رسم درحقیقت اسی شرمناک واقعے کی یادگار ہے۔

اپریل فول منانے کے نتیجے میں جس شخص کو بے وقوف بنایا جاتا ہے اسے فرانسیسی زبان میں Poisson d'avril کہا جاتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ April Fish ہے، یعنی اپریل کی مچھلی (برٹانیکا ج ا ص ۴۹۶) گویا جس شخص کو بے وقوف بنایا گیا ہے وہ پہلی مچھلی ہے جو اپریل کے آغاز میں شکار کی گئی لیکن لاروس نے اپنے مذکورہ بالا موقف کی تائید میں کہا ہے کہ Poission کا لفظ جس کا

ترجمہ ''مچھلی'' کیا گیا ہے درحقیقت اسی سے ملتے جلتے ایک اور فرانسیسی لفظ Posion کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے معنی ''تکلیف پہنچانے'' اور ''عذاب دینے'' کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ رسم درحقیقت اس عذاب اور اذیت کی یاد دلانے کے لئے مقرر کی گئی ہے جو عیسائی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی گئی تھی۔

ایک اور فرانسیسی مصنف کا کہنا ہے کہ دراصل Poisson کا لفظ اپنی اصل شکل ہی پر ہے، لیکن یہ لفظ پانچ الفاظ کے ابتدائی حروف کو ملا کر ترتیب دیا گیا ہے، جن کے معنی فرانسیسی زبان میں بالترتیب عیسیٰ، مسیح، اللہ، بیٹا اور فدیہ ہوتے ہیں (اس تفصیل کے لئے دیکھئے فرید وجدی کی عربی انسائیکلوپیڈیا، دائرۃ معارف القرآن ج ا ص ۲۱ و ۲۲)

گویا اس مصنف کے نزدیک بھی اپریل فول کی اصل یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی یادگار ہے۔ اگر یہ بات درست ہے (لاروس وغیرہ نے اسے بڑے وثوق (اور اطمینان) کے ساتھ درست قرار دیا ہے اور اس کے شواہد (دلائل) پیش کئے ہیں) تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ رسم یہودیوں نے جاری کی ہوگی، اور اس کا منشا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تضحیک (وتوہین) ہوگی، لیکن یہ بات حیرتناک ہے کہ جو رسم یہودیوں نے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہنسی اڑانے کے لئے جاری کی اسے عیسائیوں نے کسی طرح ٹھنڈے پیٹوں نہ صرف قبول کرلیا، بلکہ خود بھی اسے منانے اور رواج دینے میں شریک ہوگئے، اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عیسائی صاحبان اس رسم کی اصلیت سے واقف ہی نہ ہوں اور انہوں نے بے سوچے سمجھے اس پر عمل شروع کردیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عیسائیوں کا مزاج ومذاق اس معاملے میں عجیب وغریب ہے، جس صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے خیال میں سولی دی گئی بظاہر قاعدے سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ ان کی نگاہ میں قابل نفرت ہوتی کہ اس کے ذریعے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی اذیت دی گئی، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی حضرات نے اسے مقدس قرار دینا شروع کردیا، اور آج وہ عیسائی مذہب میں تقدس کی سب سے بڑی علامت سمجھی جاتی ہے۔

لیکن مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ خواہ اپریل فول کی رسم وینس نامی دیوی کی طرف منسوب ہو یا اسے (معاذ اللہ) قدرت کے مذاق کا ردعمل کہا جائے، یا حضرت مسیح علیہ السلام کے مذاق اڑانے کی یادگار ہر صورت میں اس رسم کا رشتہ کسی نہ کسی توہم پرستی یا کسی گستاخانہ نظریے یا

واقعے سے جڑا ہوا ہے (ذکر و فکر ص ٦٦ تا ٧٠)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اپریل فول منانا گمراہ اور بے دین بلکہ دشمن اسلام قوموں کی مشابہت ہے، اور ایسے واقعہ کی یاد منانا ہے جس کی اصل یا تو بت پرستی ہے یا توہم پرستی یا پھر ایک پیغمبر کے ساتھ گستاخانہ مذاق۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ انہی میں سے شمار ہوگا (ابوداؤد) پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود ونصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں۔ اس لئے تمام مسلمانوں کو نہ صرف اس سے توبہ کرنی چاہئے حکمرانوں اور مقتدا لوگوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ طاقت اور قانون کے ذریعہ سے اس رسم کو ختم کریں

محمد رضوان۔۳۰/محرم ۱۴۲۵ھ 22 مارچ 2004ء بروز دوشنبہ (پیر) ادارہ غفران، راولپنڈی

ضروریات دین کورس

ادارہ غفران ٹرسٹ اور مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم کی زیرِ سرپرستی تعلیمِ بالغاں کے سلسلہ میں عامۃ المسلمین کو عقائد،عبادات، نماز، روزہ، زکوٰۃ، معاملات، تجارت وملازمت ،معاشرت اور اخلاق کی بنیادی شرعی تعلیم اور ضروری درجہ کے مسائل سکھانے کے لئے ضروریاتِ دین کے نام سے ایک نصاب شروع کیا جارہا ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

آغاز : ☜ 9/اپریل 2004 بمطابق ۱۸/صفر ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ
اوقاتِ تعلیم : ☜ روزانہ بعد نماز عشاء (ایک گھنٹہ)
مقامِ تعلیم : ☜ ادارہ غفران، گلی نمبر 17، چاہ سلطان راولپنڈی

داخلہ کے خواہش مند حضرات دفتر ادارہ غفران سے رابطہ فرمائیں

منجانب: انتظامیہ ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر ۱۷، راولپنڈی فون: 5507530

درسِ قرآن

مفتی محمد رضوان

''اعوذ باللہ'' اور ''بسم اللہ'' کی تفسیر و تشریح

تعوذ:......قرآن مجید کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے ''تعوذ'' پڑھنا سنت ہے اور تعوذ کے معنٰی ہیں ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھنا، جس کا ترجمہ ہے ''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ سے شیطان مردود کے شر سے'' تلاوت کے وقت ''تعوذ'' پڑھنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں دوسری جگہ اس طرح آیا ہے

''فَاِذَاقَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم''

یعنی ''جب تم قرآن کی تلاوت کرو تو اللہ سے پناہ مانگو شیطان مردود کے شر سے''

اور اس حکم پر عمل کرتے ہوئے جب تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے شر سے پنا مانگے گا تو اس کی صورت یہی ہوگی کہ وہ ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھے......تعوذ کا یہ حکم قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ خاص ہے اور تلاوت کے علاوہ دوسرے کاموں کے شروع میں صرف ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا سنت ہے، اعوذ باللہ الخ پڑھنا سنت نہیں۔

لہٰذا جب تلاوت شروع کیجائے تو پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھی جائے۔ اس کے بعد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر پھر تلاوت کی جائے۔

تسمیہ:......تسمیہ سے ہماری یہاں مراد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا ہے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید میں سورہ نمل کی آیت کا ایک حصہ ہے اور ہر دو سورتوں کے درمیان میں مستقل آیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ادب و احترام قرآن مجید ہی کی طرح ضروری ہے۔ اور اس کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اور ناپاکی یعنی جنابت اور حیض و نفاس کی حالت میں پاک ہونے سے پہلے اس کو تلاوت کے طور پر پڑھنا بھی جائز نہیں۔ البتہ دعا وغیرہ کے طور پر اس حال میں پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ ہر کام کے شروع میں مثلاً کھانے پینے سے پہلے'' نماز کی پہلی رکعت کے شروع میں ''اعوذ باللہ'' کے بعد بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔ اور تلاوت کرتے ہوئے درمیان میں سورہ براءۃ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ نماز کی کسی بھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اور سورت شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اگرچہ جائز ہے مگر اس کے پڑھنے کا روایات میں ثبوت نہیں اور بعض روایات میں سری

نمازوں میں پڑھنے کو بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اعوذ باللہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ شیطان کے جال میں پھنسنے سے محفوظ ہو جائے اور بسم اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائے۔

بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے:....... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن میں سورہ نمل کا حصہ ہے اور سوائے سورہ توبہ کے ہر سورت کے شروع میں لکھی جاتی ہے۔ البتہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ نمل کے علاوہ اور کسی سورت کا حصہ نہیں بلکہ ایک مستقل آیت ہے جو ہر سورۃ کے شروع میں دو سورتوں کے درمیان امتیاز ظاہر کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔

ہر اہم کام کو بسم اللہ سے شروع کرنے کا حکم:...... جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کی عادت تھی کہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے، اس جاہلیت اور بت پرستی کی رسم کو مٹانے کے لئے قرآن کی سب سے پہلی جو آیت نازل کی گئی اس میں قرآن کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم اس طرح دیا گیا۔ ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' (سورہ علق) ''اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھئے''

تمام آسمانی کتابوں کو اگرچہ اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے، مگر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے مبارک الفاظ اور بابرکت کلمات قرآن مجید کی خصوصیت ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ بھی ابتداء میں ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کے لئے ''بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ'' کہتے اور لکھتے تھے، مگر جب ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' نازل ہوئی تو انہیں الفاظ کو اختیار فرمالیا اور ہمیشہ کے لئے یہ سنت جاری ہوگئی۔

اسلام میں اس کی ہدایت کی گئی ہے کہ ہر اچھے کام کو اللہ کے نام سے شروع کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ کہو، اس کے علاوہ کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے اور ہر اہم کام کے وقت بسم اللہ پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

بسم اللہ سے کام شروع کرنے کی حکمت:...... اسلام نے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کی ہدایت دے کر انسان کی پوری زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پھیر دیا ہے کہ وہ قدم قدم پر اس وفاداری کے عہد کو تازہ کرتا رہے کہ میرا وجود اور میرا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی امداد کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس نقطۂ نظر سے ہر نقل و حرکت اور تمام معاشی اور دنیوی کام بھی عبادت بن جاتے ہیں۔

عمل کتنا مختصر ہے کہ نہ اس میں کوئی وقت خرچ ہوتا ہے نہ محنت، اور فائدہ کتنا قیمتی اور بڑا ہے کہ دنیا بھی دین بن گئی، ایک کافر بھی کھاتا پیتا ہے اور ایک مسلمان بھی، مگر مسلمان اپنے لقمے سے پہلے بسم اللہ کہہ کر یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ لقمہ زمین سے پیدا ہونے سے لے کر پک کر تیار ہونے تک آسمان وزمین اور سیاروں اور فضائی مخلوقات کی طاقتوں اور لاکھوں انسانوں کی محنت کے مراحل سے گزر کر تیار ہوا ہے، اس کا حاصل کرنا میرے بس میں نہ تھا، اللہ ہی کی ذات ہے جس نے ان تمام مراحل سے گذار کر یہ لقمہ یا گھونٹ نہ صرف استعمال کے قابل بنایا بلکہ مجھے اپنی رحمت سے عطا بھی فرمایا ہے، مومن وکافر دونوں سوتے جاگتے چلتے پھرتے ہیں، مگر ہر مومن سونے سے پہلے اور بیدار ہونے کے وقت اللہ کا نام لے کر اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو تازہ کرتا ہے، جس کے نتیجے میں یہ تمام دنیاوی اور معاشی ضرورتیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بن کر عبادت میں لکھی جاتی ہیں، مومن سواری پر سوار ہوتے ہوئے بسم اللہ کہہ کر گواہی دیتا اور اقرار کرتا ہے کہ اس سواری کا پیدا کرنا، مہیا کرنا پھر اس کا میرے قبضے میں آجانا قدرت سے باہر تھا۔ رب العزت ہی کے بنائے ہوئے مضبوط نظام کی بدولت لکڑی، لوہا، مختلف دھاتیں، کاریگر اور چلانے والے دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے سب کے سب میری خدمت میں لگے ہوئے ہیں، ورنہ صرف اپنی طاقت اور پیسوں کے ذریعہ اس نظام سے فائدہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔ جبکہ پیسے بھی ہم اپنے ساتھ نہیں لائے تھے، بلکہ اس کے حاصل کرنے کے تمام اسباب وذرائع بھی اسی خالقِ کائنات کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ غور کیجئے کہ اسلام کی صرف اسی ایک مختصر سی تعلیم نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ''بسم اللہ ایک ایسا نسخۂ اکسیر ہے جس سے تانبے کا نہیں بلکہ مٹی کا سونا بنتا ہے۔

بسم اللہ کی تفسیر: ...... ''بسم اللہ'' یہ کلمہ تین لفظوں کا مجموعہ ہے (۱) بآء (۲) اسم (۳) اللہ۔

باء: عربی میں کئی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، جن میں سے یہاں تین معنی زیادہ مناسب ہیں

(۱)... کسی چیز کا کسی چیز سے ملا ہوا ہونا (جسے عربی میں مصاحبت کہتے ہیں) (۲)... کسی چیز سے مدد حاصل کرنا (جسے عربی میں استعانت کہتے ہیں) (۳)... کسی چیز سے برکت حاصل کرنا (جسے عربی میں تبرک کہتے ہیں)

لفظِ ''اسم'': میں لغوی اور علمی تفصیلات بہت ہیں جن کا جاننا عوام کے لئے ضروری نہیں اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اردو میں اس کا ترجمہ ''نام'' کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

لفظِ ''اللہ'': اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سب سے بڑا اور جامع نام ہے اور بعض حضرات نے اسی کو ''اسمِ

اعظم'' کہا ہے، اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہوسکتا اس لئے اس لفظ کا تثنیہ اور جمع نہیں آتے، کیونکہ اللہ واحد اور اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نام ہے اس موجود حق کا جو تمام خوبیوں والی صفات کا جامع، بے مثل اور یکتا اور پورے عالم کا رب یعنی پالنے والا ہے۔

اس لئے بسم اللہ کے معنٰی بآء کے مذکورہ تین معنٰی کے اعتبار سے یہ ہوئے: (۱) اللہ کے نام کے ساتھ (۲) اللہ کے نام کی مدد سے (۳) اللہ کے نام کی برکت سے ...... لیکن ظاہر ہے کہ جب تک اس کام کا ذکر نہ کیا جائے جو اللہ کے نام کے ساتھ یا اس کے نام کی مدد یا برکت سے کرنا مقصود ہے، اُس وقت تک یہ کلام نامکمل ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں ''شروع کرتا ہوں'' یا ''پڑھتا ہوں'' وغیرہ اس کے ساتھ ملانا پڑتا ہے

الرحمٰن الرحیم: یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، رحمٰن کے معنٰی ہیں ''رحمت کا عام ہونا'' اور رحیم کے معنٰی ہیں ''رحمت کا تام یعنی مکمل ہونا'' ...... مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ ہوگا سب پر حاوی اور شامل ہونے کے ساتھ ساتھ کامل ومکمل بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رحمٰن کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، کسی مخلوق کو رحمٰن کہنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں ہوسکتا جس کی رحمت سے دنیا کی کوئی چیز خالی نہ رہے، اسی لئے رحمٰن کی صفت ایک ہی ذات پاک کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے اور تیسرے کے شامل ہونے کا امکان ہی نہیں ...... البتہ رحیم کا لفظ انسان کے لئے بھی بولا جاسکتا ہے کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے ساتھ پوری پوری رحمت کا معاملہ کرے، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ...... اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ آج کل عبدالرحمٰن، فضل الرحمٰن وغیرہ ناموں کو مختصر (Short) کرکے رحمٰن کے ساتھ پکارتے اور خطاب کرتے ہیں یہ ناجائز اور گناہ ہے .... بسم اللہ میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات اور اسماءِ حسنٰی میں سے صرف دو صفتیں ذکر کی گئی ہیں، اور وہ دونوں رحمت کے لفظ سے نکلی ہیں یعنی رحمٰن اور رحیم جس میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آسمان وزمین اور تمام کائنات کے پیدا کرنے اور ان کو پالنے وغیرہ کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت ہے، نہ تو اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کی خود کوئی ضرورت تھی نہ کوئی دوسرا ان چیزوں کے پیدا کرنے پر مجبور کرنے والا تھا، صرف اسی کی رحمت کے تقاضے سے یہ ساری چیزیں اور ان کی پرورش کے سارے انتظامات وجود میں آئے ہیں۔

درسِ حدیث

مفتی محمد یونس

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

ایمان کے شعبے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَدْنَاهَااِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (رواہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا ''ایمان کی ستر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل تو ''لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ'' کا قائل ہونا، (یعنی توحید کی شہادت دینا ہے) اور ان میں ادنی درجے کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے'' (بخاری، مسلم)

تشریح: اس حدیث کے راوی آنحضرت ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جو مشہور ترین صحابہ کرام میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں چنانچہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ احادیث انہی سے مروی ہیں پانچ ہزار تین سو چہتر (۵۳۷۴) احادیث انہوں نے روایت کی ہیں جن میں سے تین سو پچیس (۳۲۵) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہیں۔ حدیث کی چھوٹی یا بڑی شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ کوئی حدیث موجود نہ ہو۔

''ابوہریرہ'' ان کا اصل نام نہیں بلکہ لقب ہے، آپ اس لقب کے ساتھ اتنے مشہور ہوئے کہ آج کا اکثر حضرات کو ان کا اصل نام بھی معلوم نہیں بلکہ یہ خود اپنے زمانے میں بھی اسی ''ابوہریرہ'' کی کنیت کے ساتھ اس درجہ معروف ہوئے کہ آپ کے ہم زمانہ اور اہل عصر حضرات کی طرف سے ان کے اصل نام کے بارے میں کوئی اتفاقی فیصلہ نہیں ملتا اس لئے ان کے نام کے بارے میں کئی قول ملتے ہیں زیادہ مشہور یہ ہے کہ اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالشمس یا عبدعمرو تھا اور اسلام لانے کے بعد عبداللہ یا عبدالرحمٰن نام رکھا

گیا اور اپنے اس لقب کی وجہ خود حضرت ابو ہریرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بلی پالی ہوئی تھی رات کے وقت اس کو ایک درخت (یا اس کی سوراخ) میں رکھتا تھا اور صبح کو جب بکریاں چرانے جاتا تو ساتھ لے لیتا اور اس کے ساتھ کھیلتا رہتا۔ لوگوں نے یہ غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر مجھے ابو ہریرہ کہنا شروع کر دیا بلی کو عربی میں ''ھرۃ'' یا ''ہریرہ'' کہا جاتا ہے نبی کریم ﷺ نے بھی آپ کو ایک بار 'یا اباھر' کہہ کر خطاب فرمایا تھا۔ خیبر کے غزوہ کے سال ۶ یا ۷ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ وصالِ مبارک ہونے تک آپ کے ساتھ ہی رہے ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی حضرت ابو ہریرہ کی راویت کردہ مذکورہ حدیث میں بتلایا گیا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں اور اس کے لئے عربی میں ''بضع وسبعون'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں 'بضع' کا لفظ عربی میں تین عدد سے لے کر نو عدد تک بولا جاتا ہے اور عربی میں ''سبعون'' ستر کے عدد کو کہتے ہیں اس لئے حدیث کے ترجمے میں ستر سے زیادہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، اکثر اہل علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اس حدیث میں ایمانی شعبوں کی تعداد کی خاص تعیین وتحدید کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ تکثیر یعنی کثرت اور زیادتی بیان کرنا مقصود ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ایمان کے بہت سارے شعبے ہیں ''بضع وسبعون'' کے الفاظ عربی زبان کے محاورے اور بول چال کے اعتبار سے اسی طرح سے ہیں جس طرح اردو زبان میں سینکڑوں اور ہزاروں کے الفاظ بول کر خاص اتنی متعین تعداد مراد نہیں ہوتی بلکہ کثرت بتلانی مقصود ہوتی ہے۔

ایمانی شعبوں سے مراد وہ تمام ظاہری باطنی اعمال واخلاق ہیں جن کا پنے اندر پیدا کرنے کا ایک ایمان والے شخص کو حکم ہے اور کامل مؤمن ہونے کے تقاضوں میں سے ہے۔ البتہ یہ تمام اعمال واخلاق ایک درجے کے نہیں ہیں بلکہ ان کے درجات میں بھی اس میں فرق ہے کہ کوئی کم درجہ کا ہے اور کوئی زیادہ درجہ کا ہے اور کوئی زیادہ ضروری ہے کوئی کم ضروری جیسے ایک درخت کے لئے جتنا ضروری جڑوں کا ہونا ہے شاخوں یا پتوں کا ہونا اتنا ضروری نہیں لیکن ظاہر ہے کہ بالکل فضول وہ بھی نہیں ہیں بلکہ کسی درجے میں وہ بھی ضروری ہیں کیونکہ درخت کے پورے فوائد تمام چیزوں کے مجموعہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللهُ ہے یعنی توحید کی شہادت دینا جو کہ ایمان کی بنیاد ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایمان کا ادنیٰ شعبہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز (پتھر، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے۔ اب ان کے درمیان جس قدر بھی خیر کے کاموں

کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ سب ایمان کے شعبے ہیں خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے اور ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے تعداد ستتر سے کہیں زیادہ پہنچ جاتی ہے۔

حدیث کے آخر میں حیاء کے متعلق جو خصوصیت سے یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے اور باقی شعبوں کا تفصیلاً ذکر نہیں کیا گیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اس موقع پر حیاء کی زیادہ ضرورت آپ نے محسوس فرمائی تھی اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ حیا کی ہر وقت اور ہر شخص کو ہی ضرورت ہے کیونکہ انسانی اخلاق میں حیاء کا مقام نہایت بلند ہے اور حیاء ہی وہ ہے جو آدمی کو بہت سے گناہوں اور بہت سی برائیوں سے روکتی ہے ہے جس کی وجہ سے ایمان اور حیاء کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے۔

حیاء کا مطلب مختصر لفظوں میں یہ ہے ''شرم وحجاب۔ غیرت ولحاظ کا ہونا'' جو تمام دینی اور دنیوی معاملات کو صحیح چلانے کے لئے عورت، مرد، چھوٹے بڑے ہر ایک کے لئے ضروری اورنا گزیر ہے۔ اگر حیاء نہ رہے تو انسان بڑے سے بڑے کام پر اقدام سے نہیں چونکتا اسی لئے مشہور ہے۔ **اذا فاتک الحیا فافعل ماشئت** کہ جب آپ میں حیاء اور غیرت نہ رہے تو جو چاہے کرو۔

کیا زوال ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے؟

عموماً سمجھا جاتا ہے کہ زوال کا وقت ہمیشہ دوپہر کو ٹھیک بارہ بجے ہوا کرتا ہے۔ اس غلطی کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ زوال ہمیشہ بارہ بجے نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کے اوقات ہماری گھڑیوں کے اوقات کے اعتبار سے آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں روزمرہ کی تفصیلات نمازوں کے اوقات والے نقشوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، دراصل دنیا میں رائج شدہ گھڑیوں کے اوقات سورج کے معیار کے مطابق نہیں ہیں جس طرح موسم کے اعتبار سے پانچوں نمازوں کے اوقات میں تبدیلی آتی رہتی ہے اسی طرح زوال کے وقت میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے ہاں اگر کسی کی گھڑی دھوپ گھڑی کے مطابق ہو اور سورج کے اعتبار سے اس کے اوقات چلتے ہوں جیسا کہ آج کل حرمین شریفین میں بعض گھڑیاں سورج کے اعتبار سے اوقات بتلاتی ہیں تو علیحدہ بات ہے اس صورت میں دھوپ گھڑی کے مطابق بارہ بجے ہی زوال ہوگا

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

ماہِ صفر کا پیغام بدشگونی کے نام

صفر کا مہینہ اسلامی نقطۂ نظر سے سال کا دوسرا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ محرم کا مہینہ ختم ہونے پر شروع ہوتا ہے اور اس مہینے کے ختم ہونے پر ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوجاتا ہے اس اعتبار سے صفر کا مہینہ محرّم اور ربیع الاوّل کے درمیان واقع ہے......اسلام کی آمد سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں صفر کے مہینے کے ساتھ بہت نازیبا و ناروا برتاؤ اور نہایت ظالمانہ وجابرانہ سلوک کیا جاتا تھا، جاہلیت کے پجاریوں نے اس مہینے کے متعلق طرح طرح کے عجیب وغریب نظریات گھڑ کر اس مہینے کو توہمات کی بھینٹ چڑھادیا تھا......چنانچہ اس مہینہ کے ساتھ ایک بے سروپا رسم ''نسئ'' کے نام سے نکالی گئی تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ عرب جاہلیت کے مارے ہوئے جنگجو اور خونریز طبیعتوں کے مالک تھے، لڑائی جھگڑا قتل وغارت گری ان کی زندگی کی ایک ضرورت اور تفریح کا سامان بن گئی تھی اور اس کے بغیر ان کو زندہ رہنا مشکل ہوتا تھا، ان کے نزدیک جنگ کرنا اور خون بہانا ایک معمولی درجہ کی چیز شمار ہوتی تھی ......دوسری طرف محرم کے مہینے کا احترام پہلی شریعتوں میں اس درجہ ضروری تھا کہ اس میں ہر قسم کا لڑائی جھگڑا اور قتل وقتال سخت جرم اور بہت بڑا گناہ ٹھہرایا گیا تھا، مشرکینِ عرب اپنی تمام تر جہالتوں کے باوجود محرم کے مہینے کا کسی نہ کسی درجہ میں احترام ملحوظ رکھتے تھے، مگر جہالت تو اپنا اثر کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دکھایا کرتی ہے، نتیجہ یہاں بھی جہالت کی شکل میں اس طرح ظاہر ہوا کہ جب اس جنگجو قوم کو محرم کے مہینہ میں کسی قبیلے سے جنگ کا تقاضا پیش آتا تو اپنی پیاس کو بجھانے کے لئے محرم کے مہینہ کو صفر کا درجہ دے کر اس میں جنگ کی راہ نکال لیتے اور اعلان کردیتے کہ اس مرتبہ محرم کے مہینہ کی عظمت واحترام کو ہم نے اگلے مہینہ یعنی صفر کی طرف منتقل کردیا ہے اس طرح محرم کے مہینے میں جنگ میں مصروف ہوجاتے اور صفر کا مہینہ آنے پر اپنے ہاتھ روک لیتے اور جب کبھی جنگ کی ضرورت نہ سمجھتے تو اپنے حال پر رہنے دیتے، اپنی خواہشات کی ہر طرح تکمیل کرنے کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو پاکیزہ خیال کیا کرتے تھے، ایسے موقع پر حضور ﷺ کی بعثت سے پوری انسانیت کو نئی زندگی ملی، سکھ کا سانس لینے کا موقع حاصل ہوا، اور جہالت کی تاریکی کا رُخ روشنی وہدایت کی طرف پھر گیا، ''نسی'' کی رسم کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے

چلائے ہوئے نظام میں اپنی مرضی سے رخنہ اندازی ڈالنا اور اپنی من پسند کے مطابق مہینوں کے احکام کو آگے پیچھے کر دینا سراسر گمراہانہ طریقہ ہے۔اس سے انسان مزید گمراہی کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے (ملاحظہ ہو سورہ توبہ آیت نمبر ۳۷)

زمانۂ جاہلیت میں یہ تصور بھی عام تھا کہ صفر کے مہینہ میں بے شمار آفات وبلیات آسمان سے نازل ہوتی ہیں......اس لئے اس مہینہ کو نحوست کا مہینہ سمجھا جاتا اور اس مہینے کی آمد پر عرب جاہلین کے منہ لٹک جاتے تھے......بعض جہلائے عرب کا خیال تھا کہ صفر دراصل انسان کے پیٹ میں ایک سانپ نما جانور ہوتا ہے جو بھوک لگنے کی حالت میں انسان کو ڈستا اور کاٹتا ہے اور اسی کے کاٹنے سے بھوک لگنے کی حالت میں تکلیف ہوتی ہے......بعض اہلِ عرب جاہلین کا کہنا تھا کہ ''صفر'' دراصل ایک پیٹ کی بیماری کا نام ہے جو بہت خطرناک ہوتی ہے اور بعض اوقات انسان کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے توہمات اور خیالات صرف صفر کے مہینے تک محدود نہیں تھے بلکہ مختلف چیزوں کے بارے میں اسی قسم کے ملے جلے نظریات پائے جاتے تھے، چنانچہ گھر،عورت اور گھوڑے میں نحوست اور بدفالی کا خاص نظریہ تھا......اس کے علاوہ بدشگونی اور بدفالی کی مختلف صورتیں بھی جاہلیت کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں ......چنانچہ تیروں کے ذریعہ سے فال نکالنے کا عام رواج تھا،جن پر ہاں اور نہیں کے اشارے درج ہوتے تھے،ان تیروں کو ترکش سے نکال کر اشاروں کی مدد سے اپنے معاملات اور قسمت کے فیصلے طے کئے جاتے تھے،جس کو قرآن مجید میں گناہ اور حرام قرار دیا گیا(ملاحظہ ہو سورہ مائدہ آیت ۳)

اسی طریقہ سے مختلف جانوروں،ان کی آوازوں اور ناموں سے بھی بدشگونی لی جاتی تھی اور کسی کام کے موقع پر جانوروں کے دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں اڑنے یا گزرنے،جانوروں کی آوازیں سننے اور خاص جانوروں کا سامنا ہو جانے سے کسی کام کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔مگر اسلام کی صاف ستھری تعلیمات نے ان سب کے بارے میں انسانیت کو یہ سبق دیا کہ یہ سب خیالی دنیا اور نفسانی اوہام ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اور اعلان فرما دیا گیا: ''صفر(کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)'' (مسلم،ابوداؤد) ایک روایت میں فرمایا گیا کہ ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال(بدشگونی) لے یا جس کے لئے بُری فال لی جائے'' (مسند بزاز)

مگر آج پھر اسلامی جاہلوں کی دنیا میں بے شمار چیزوں کے متعلق بدشگونی اور بدفالی کا وہمی اور تخیلاتی مرض

پیدا ہوگیا ہے۔خاص طور پر صفر کے مہینے کے بارے میں تو بدشگونی اور نحوست کا غلط نظریہ زمانۂ جاہلیت کی سرحدوں کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔چنانچہ اس مہینے کو آفتوں، بلاؤوں اور مصیبتوں سے بھر پور قرار دیا جارہا ہے ......صفر کے مہینہ کا نام ہی جاہلوں کی دنیا میں ''تیرہ تیزی کا مہینہ'' منتخب کیا گیا ہے ۔جاہلوں کا خیال ہے کہ یہ پورا مہینہ اور خاص طور پر اس مہینے کے ابتدائی تیرہ روز بہت تیز یا بھاری ہوتے ہیں۔بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں۔تاکہ بلائیں ٹل جائیں ...... ماہ صفر کو نحوست اور بلاؤں اور آفتوں سے پر اور تیرہ تیزی کا مہینہ سمجھنے کی وجہ سے تیرہ تیزی کے مہینہ کی تیز چھری کو کھنڈی کرنے کے لئے جاہلانہ قسم کی مختلف تدبیریں کی جاتی ہیں تاکہ اس مہینہ کی تیز چھری سے ذبح نہ ہوجائیں۔چنانچہ بعض علاقوں میں صفر کے مہینہ میں بلاؤں سے حفاظت کے لئے گائے کے گوبر بالفاظ دیگر گاؤ ماتا کی ناپاک غلاظت سے گھر اور خاص طور پر باورچی خانے اور چولہے کی ضیافت کی جاتی ہے ......بعض لوگ صفر کی آخری تاریخوں میں چھڑی لے کر گھر کے ستونوں در و دیواروں، درختوں، صندوقوں اور پیٹیوں پر مارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے بلائیں دفع ہوجاتی ہیں اور ایسا نہ کریں تو وہ گھروں میں ڈیرے جمالیتی ہیں اور کسی طرح سال بھر جان نہیں چھوڑتیں......بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینہ میں لنگڑے لُولے اور اندھے جنات آسمان سے اترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرکے قدم رکھو کہیں جنات کو تکلیف نہ ہو......بعض گھرانوں میں اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام کرایا جاتا ہے تاکہ اس مہینہ کی بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت رہے۔اول تو مروجہ قرآن خوانی ہی ایک رسم بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہیں، دوسرے مذکورہ بالا نظریہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کرنا اپنی ذات میں بھی جائز نہیں کیونکہ مذکورہ نظریہ ہی شرعاً باطل ہے۔شریعت نے واضح کردیا کہ اس مہینہ میں نہ کوئی نحوست ہے ، نہ کوئی بلا ہے اور نہ کوئی جنات کا آسمانوں سے نزول ہوتا ہے......بعض لوگ صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ اور دوسری خوشی کی تقریبات منعقد کرنے اور اچھے کاموں کی ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صِفر (یعنی ناکام و نامراد) ہوگی، جبکہ اس مہینہ کو منحوس یا نامبارک سمجھنا غلط اور توہم پرستی میں داخل ہے......بعض اور جہلائے زمانہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس مہینے میں آسمان سے سب سے زیادہ بلائیں نازل ہوتی ہیں اور ایک روایت بھی اس بارے میں فرصت میں بیٹھ کر گھڑ لی گئی ہے جس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے، بلکہ سراسر جہالت اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے۔جس کی کوئی حقیقت

نہیں، اور ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے...... اسلام کی ہدایت اس بارے میں یہ ہے کہ کسی بھی مقام، زمانے اور چیز میں کوئی نحوست نہیں ہے، نحوست تو انسان کی اپنی بداعمالیوں میں ہے مگر انسان اپنی بداعمالیوں کے بجائے دوسری چیزوں کی طرف نحوست کو منسوب کر دیتے ہیں جیسا کہ ایک حبشی کالے کلوٹے شخص کو راستے میں ایک شیشہ پڑا ہوا ملا، اس نے اس سے پہلے کبھی اپنا چہرہ شیشہ میں نہیں دیکھا تھا، اس نے شیشہ اٹھا کر جب اپنا منہ دیکھا تو بہت بدنما اور بُرا معلوم ہوا، اس نے فوراً غصہ میں آ کر اُس شیشہ کو زمین پر دے مارا ، اور کہا کہ تو اتنا بدصورت اور بدنما ہے اسی لئے کسی نے یہاں پھینک رکھا ہے؟ تو جس طرح اُس حبشی نے اپنی بدصورتی کو شیشہ کی طرف منسوب کیا، اسی طرح لوگ اپنی بدعملی کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہیں...... صفر کے آخری بدھ کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے، کہا جاتا ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسل صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی، اسی لئے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں، شیرینی، چُوری اور گھونگنیاں وغیرہ تقسیم کرتے اور عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں، اس دن خوشی و تہوار مناتے ہیں، کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے ، اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں...... بعض لوگ اگر مٹی کے برتن گھر میں ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویذات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں توہم پرستی میں داخل ہیں کیونکہ یہ چیزیں قرآن وسنت اور شرعی اصولوں سے ثابت نہیں۔ بعد کے لوگوں کی ایجاد اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اضافہ ہے...... بعض مکتبوں میں بھی اس دن چھٹی کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے ۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے غسلِ صحت نبی نے پایا ہے۔

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کے آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور شریعت کی طرف سے اس دن کے لئے کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے...... اس دن آنحضرت ﷺ کا غسل ِصحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا۔ اور آپ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟ درحقیقت یہ یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کی رسم ہے، یہ دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مگر مسلمانوں کا نہیں۔

مفتی محمد رضوان

کھیل کھلاڑی اور کرکٹ کی تباہ کاریاں

اس وقت پوری دنیا میں ہر طرف کھیل کود کا چرچا اور خرچہ ہے......سینکڑوں قسم کے کھیل، کود ایجاد ہو کر رواج پا چکے ہیں......اور آئے دن نت نئے عجیب وغریب طرح کے کھیل جنم لے رہے ہیں......جس سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت کے وجود کا مقصد ہی کھیل تماشا سمجھ لیا گیا ہے......چند ایک ممالک کے سوا پوری دنیا کے ممالک کھیل کود کو فروغ دے کر اس میدان میں دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رات ودن بے چین اور مصروف نظر آتے ہیں......کافر جو کہ دنیا میں آنے کا مقصد ہی کھیل کود اور تماشا سمجھتے ہیں ان کے ایجاد کردہ کھیلوں کو وہ قوم جس کے پاس اللہ کی آخری کتاب ''قرآن مجید'' کی شکل میں موجود ہے جس میں جگہ جگہ کھیل کود کو مقصدِ زندگی، اوڑھنا بچھونا بنا لینے اور اس میں منہمک ہوجانے کو کافروں کا طرزِ عمل بتلایا گیا ہے......وہی قوم بلا کسی تفریق وامتیاز کے نہ صرف ان کھیلوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہے بلکہ ان کافروں سے کسی بھی مرحلہ پر پیچھے رہنے کے لئے تیار نہیں اور اپنے اس طرزِ عمل سے یہ دعویٰ کر رہی ہے کہ بے شک ہمارے پاس اللہ کی آخری کتاب ضرور ہے۔لیکن اس کا مقصد خوبصورت جزدانوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجا دینا اور الماریوں میں بند کر دینا ہے......اور بس......نہ اس پر صحیح معنیٰ میں ایمان لانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی عمل کرنے کی......مختلف قسم کے کھیلوں اور خاص کر کرکٹ کے کھیل کے لئے سرکاری خزانہ کا منہ کھول کر غریب عوام کے خون پسینہ کی کمائی اور اجتماعی دولت وامانت کو بے دردی کے ساتھ خرچ کیا جاتا ہے......کھیل اور ثقافت کے عنوان سے ملکی سطح پر مستقل کمیٹیاں تشکیل دی جاتی اور وزات سے لے کر جاروب کش تک کے عہدے اور ذمہ داریاں مختلف افراد کے سپرد کی جاتی ہیں...... کھیلوں کی مشق اور مقابلہ بازی کے لئے سینکڑوں انتظامات کئے جاتے ہیں......جس ملک میں ایک چارپائی اور بستر تک کی جگہ چھت کے نیچے لاکھوں انسانوں کو میسر نہیں وہاں وسیع وعریض مقامات اور میدانات خاص کھیلوں کے لئے وقف کر دیئے جاتے ہیں......جس ملک میں ہزاروں لوگوں کے پاس تانگے اور تھرڈ کلاس سواری میں سفر کرنے کے لئے پیسوں کا انتظام نہیں اور پیدل سفر کرنے پر مجبور ہیں اس ملک میں سرکاری خرچوں پر اسپیشل جہاز بک کرا کر پوری ٹیم اور ان کے خدمت گاروں، ہدایت کاروں،

ڈاکٹروں، کمنٹریٹروں (Commentators) اور دیگر منتظمین اور کھیل کے پورے بورڈ کو ایک مقام سے دوسرے مقام اور ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کیا جاتا ہے۔ جس ملک میں لاکھوں مظلوم و بے کس غریبوں کو دو وقت کا کھانا بھی پوری طرح نصیب نہیں ہوتا اس ملک کے کھلاڑیوں، خدمت گزاروں اور اہل کاروں کے قیام و طعام کے لئے مہنگے ترین ہوٹلوں کا انتخاب اور قیمتی و عالیشان کھانوں کا انتظام کیا جاتا ہے...... پھر جب کھیلوں کے مقابلہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور بالفاظِ دیگر تماشے کا میدان سجتا ہے تو بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے...... خاص طور پر کرکٹ میچ میں جس کے ایک میچ کا دورانیہ کم از کم ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پانچ دنوں پر مشتمل ہوتا ہے اور پوری سیریز (Series) کا عرصہ تو اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے ایک ایسا ملک جہاں صبح سے شام تک بہت سے غریبوں کا سڑکوں اور کوڑوں کے ڈھیروں سے کاغذ چن کر بھی گزر نہ ہوتا ہو...... وہاں ملک کا بڑا طبقہ میچ کے دوران ہر قسم کے کام و کاج اور مشغولیات و مصروفیات کو چھوڑ کر ہزاروں مالیت کے ٹکٹ لے کر کھیل کے میدان میں پہنچ کر یا ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے کھیل و تماشہ بینی کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح وقف کر دیتا ہے...... بعض اوقات کھیلوں کے موقع پر سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر عام تعطیل کا بھی اعلان ہوتا ہے جس کے باعث قوم کا اجتماعی نقصان کروڑوں کی مالیت کو پہنچ جاتا ہے اور تمام کام و کاج معطل رہنے کی وجہ سے بے شمار اجتماعی و انفرادی ضروریات و فوائد سے محرومی رہتی ہے اور اگر باضابطہ عام تعطیل نہ بھی کی جائے تب بھی اکثریت اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غافل اور پہلو تہی اختیار کرتی نظر آتی ہے...... کئی مرتبہ راستوں اور گزرگاہوں بلکہ گلی محلوں میں ایک سناٹا طاری ہو جاتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ یہاں سے لوگ ہجرت کر کے کسی دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو گئے ہیں یا پھر دنیا ہی سے رخصت ہو چکے ہیں...... بعض اوقات رات میں میچوں کا انعقاد ہوتا ہے...... اس موقع پر کئی کئی ہزار وولٹ کی سرچ لائٹیں لگا کر چند گھنٹوں میں بجلی کی اتنی بڑی مقدار کھیل کود اور تماشہ کی نظر کر دی جاتی ہے جو کئی ہزار غریبوں کے اندھیرے جھونپڑوں کو روشن کرنے کے لئے کفایت کر سکتی تھی..... اور پورے ملک بلکہ پوری دنیا میں ٹیوی وغیرہ پر تماشہ بینی میں استعمال ہونے والی بجلی کی مقدار کا تو اندازہ لگانا بھی مشکل ہے...... مقابلہ بازی، تماشہ سازی اور میچ کاری کے دوران جوئے سٹے کے جو مناظر سامنے آتے ہیں وہ تو جوئے سٹے کی تمام شکلوں کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں...... کھیل میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ ساتھ جوئے کی بازیاں لگتی ہیں...... دور بیٹھے ہوئے ہی ایک دوسرے کے ساتھ

ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ سے جوئے کے معاملات طے کر لئے جاتے ہیں ......اور وہ چھوٹے چھوٹے ننھے منے بچے جو ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر اس تماشہ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور ان کے سرپرست کبھی ان کو غیر مہذب جوئے کی اجازت نہیں دیتے وہ بھی ناسمجھی کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ کھیل میں مہذب جوئے کی بازیاں لگا کر اپنے اور اپنے بڑوں کے مستقبل کے لئے کسی بڑے کارنامے کی تیاری اور ٹریننگ کر رہے ہوتے ہیں ......کھیل کے میدان میں بے پردہ عورتوں مردوں، مسلم اور کافروں کا ملا جلا اجتماع کسی پابندی کا محتاج نظر نہیں آتا، ناچ گانے کے علاوہ بھنگڑا ڈال کر اپنے تمام نفسانی تقاضوں کو دل کھول کر پورا کیا جاتا ہے......سرکاری طور پر بھی کھیل کے میدان میں بینڈ باجوں کی محفلیں سجائی جاتی ہیں...... تماشے کے میدان میں بیٹھی ہوئی بے پردہ اور نامحرم خواتین سے کھچا کھچ بھرے ہوئے میدان میں موجود تماشہ بین اور ٹی وی سکرین پر گھر بیٹھے دیکھنے والے افراد بھی کھیل کے بہانے بدنظری اور دل کی سیاہ کاری کے روگ کا شکار ہوتے ہیں......ایک ایسی قوم جس کا کاسۂ گدائی اور بھیک کا پیالہ ہر وقت کافروں کے سامنے پھیلا رہتا ہے اور سود در سود قرض لینے کے لئے ہر وقت منہ سے پانی آتا رہتا ہے۔ وہ قوم جس کے ملک میں لاکھوں افراد سر چھپانے کے لئے ادنیٰ درجہ کے گھروں تک سے محروم ہیں اور کھلے آسمان تلے رات گزارتے ہوں، ہزاروں افراد بے روزگاری اور مہنگائی کے سبب چوری ڈکیتی اور قتل وغارت گری ڈال کر ملک کے امن وامان کو تباہ و برباد کر رہے ہوں۔ کروڑوں افراد علاج ومعالجہ کی سہولیات سے محروم ہو کر کش مکش کی زندگی گزار رہے ہوں یا دنیا سے رخصت ہو رہے ہوں اور پچاس فیصد کے لگ بھگ تعلیمی انتظامات یا اخراجات مہیا نہ ہونے کے سبب جہالت کی حالت میں عمر گزار رہے ہوں، بے شمار افراد بجلی گیس وغیرہ کی سہولت سے عاری وخالی ہو کر تاریکی، اندھیری گھٹن میں کراہ رہے ہوں......جس ملک میں اکثر افراد کو پینے کے لئے صاف پانی تک میسر نہ ہو...... لاکھوں سڑکیں ناقص اور پل ناکارہ ہونے کے باعث مسافروں کو مشکلات کا سامنا ہو......لاکھوں دکھی انسان عدالتوں کے ناقص انتظامات کی بدولت سالہا سال سے عدل وانصاف اور اپنے حقوق حاصل کرنے سے محروم ہوں......اس ملک کے حکمرانوں اور افسر شاہی طبقہ کو سرکاری خزانہ میں سخاوت وضیافت کا اگر کوئی بہترین مصرف نظر آتا ہے تو وہ کھیل کود اور تماشہ ہے......ملک وملت کے تمام ترفلاحی، رفاہی اور ضروری معاملات سے قطع نظر کر کے ملکی بجٹ کی غیر معمولی مقدار کھیل کود اور تماشہ کے کشکول میں ڈال دی جاتی ہے ......دراصل حکمرانوں سمیت قوم

کا مجموعی مزاج ومذاق ہی بدل اور بگڑ گیا ہے، رگوں کے خون سفید ہو چکے ہیں، غیرتِ ایمانی کا جنازہ نکل چکا ہے، حمیت ومروتِ اسلامی دفن ہوچکی ہے اور مقصدِ زندگی کی نفس وشیطان کے ہاتھوں سودے بازی ہوچکی ہے......اس لئے حکمران ورعایا ایک دوسرے کا دستِ راست اور معاون ومددگار اور شاہ سے بڑھ کر شاہ بن کر ''من تراحاجی بگویم تومراحاجی بگو'' کا مصداق بنے بندر بانٹ میں لگے ہوئے ہیں ......اس کا نتیجہ ہے کہ اس کھیل میں نہ حصہ لینے کو کوئی گناہ سمجھتا ہے، نہ تماشہ بینی کو اور نہ ہی اس کی کارگزاری میں کسی طرح شریک ومنہمک ہونے اور کسی بھی حیثیت سے دلچسپی لینے کو...... بلکہ کھیلوں کے شائقین کے ایک طبقہ نے تو نعوذ باللہ کھیل کود کے مقابلہ اور میچ کو جہاد وقتال کا درجہ دے رکھا ہے اسی لئے فتح کے لئے منتیں مانی جاتی ہیں اور فتح پر شکرانے کے نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ جبکہ اس میں سوائے ایک نفسیاتی سوچ کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آ تا ملک وملت پر کافروں کے تسلط اور غلامی کے طوق سے نجات نہیں ملتی اور اس پر ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا ......مگر تماشہ بین اپنے آپ کو مجاہدین اور کھلاڑیوں کو اپنا کمانڈر سمجھتے ہیں ......مسلمان فاتح کھلاڑی اپنے آپ کو محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی اور سلطان ٹیپو اور کھیل کا میدان مارنے کو بیت المقدس اور کشمیر کی فتح سے کم تصور نہیں کرتے ......اس سے بڑھ کر نفس وشیطان اور کفار کی کامیابی کیا ہوگی کہ کھیل کود اور تماشہ جیسی حقیر چیز کو جہاد وقتال جیسی عظیم الشان عبادت کا درجہ دلا دیا......اس کھیل کود کا جنون قوم کے اوپر اس حد تک سوار ہے کہ ہمہ وقت کھیل کھلاڑیوں کے حالات اور تبصرے زیر بحث ہیں ٹی وی، ریڈیو کا وہ اسٹیشن بے رونق شمار ہوتا ہے جس پر کھیل کود کی خبریں نشر نہ کی جاتی ہوں، وہ اخبار دیکھنے اور پڑھنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا جس میں کھیل کھلاڑیوں کا ذکر نہ ہو۔ اس لئے ہر جگہ اور ہر موقع پر کھیل کود، تماشہ اور کھیل کھلاڑیوں کی کارگزاریوں، تاریخی رپورٹوں اور عالمی ریکارڈوں کی باتیں سننے سنانے اور پڑھنے پڑھانے کا شوق دل ودماغ میں موجزن اور اس کے لئے مقابلہ بازی کا لامتناہی سلسلہ ہے۔ لیکن قرآن وحدیث کی معلومات، تاریخی اسلامی واقعات کی کوئی خبر نہیں، نماز پڑھنے اور تلاوت کرنے کے لئے فراغت میسر نہیں۔ مگر کھیل تماشہ کے لئے پوری زندگی یا اس کے قیمتی لمحات فارغ بلکہ وقف ہیں۔ کسی کاروباری اشتہار کی رونق بڑھائی ہو تو کھلاڑیوں کے ناموں اور تصاویر کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ جس قوم کے نوجوان بلکہ بوڑھے تک اپنے نبی اور اس کی بہترین جماعت صحابۂ کرام کے کارناموں اور ناموں تک سے واقف نہیں اس قوم کا بچہ بچہ پوری کھلاڑیوں کی ٹیم کے ناموں سمیت کارناموں، سوانح حیات اور

Iqra Gulfan

پوری پوری ہسٹری سے واقف ہے............تماشہ بینوں کی حالت کھیلنے والوں سے بھی زیادہ حماقت پر مبنی ہے اس لئے کہ کھلاڑی تو کچھ نہ کچھ مال یا شہرت حاصل کر لیتے ہیں، لیکن تماشہ بین اپنی پسندیدہ ٹیم کی فتح یا شکست کی صورت میں بغیر کچھ حاصل کئے ''کھیل ختم پیسہ ہضم'' اور'' کامی کام کریں بے وقوف ساتھ پھریں'' کا مصداق بن کر اسی حال میں رہتے ہیں............مگر کچھ حاصل وصول کئے بغیر جانی ومالی خسارے سے دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ فاتح ٹیم کے حامیوں کی طرف سے بعض اوقات مٹھائیاں تقسیم کی جاتی ہیں، خوشی کے شادیانے بجائے جاتے اور ترانے گائے جاتے ہیں اور اللہ کے حضور شکرانے کے نوافل ادا کئے جاتے ہیں اور شکست خوردہ ٹیم کے حامی اس کے برخلاف جانی، مالی اور کم از کم ذہنی ونفسانی نقصان سے دوچار ہوتے ہیں۔شکست کے صدمے سے بعض اوقات ہارٹ فیل یا ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے یا غصہ وجذبات میں آ کر کئی قسم کے جانی ومالی نقصان کر لئے جاتے ہیں پھر مدتوں تک شکست کے مناظر پریشان کرتے اور نینداڑاتے رہتے ہیں اور مدتوں تک اسباب اور وجوہات کی تلاش اور تبصروں کا بازار گرم رہتا ہے۔لیکن ان سب چیزوں کا حاصل ''نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم ...نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے'' معلوم نہیں کھیل کا یہ جنون اور خبط کس مرحلہ اور منزل پر پہنچا کر دم لے گا۔ہمیں تو اس کی اگر کوئی انتہا نظر آتی ہے تو وہ موت اور قبر کی منزل ہی معلوم ہوتی ہے۔مگر یہ کہ کسی خوش قسمت انسان کو اللہ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق کی بدولت پہلے ہی ہوش آ جائے اور آنکھیں کھل جائیں۔تمام کھیلوں میں اس وقت سب سے زیادہ مقبولیت جس کھیل کو حاصل ہے وہ کرکٹ کا کھیل ہے ملکی، صوبائی، ضلعی، شہری اور مختلف محکموں، اداروں اور زیادہ قابلِ افسوس بعض دینی اداروں کی سطح پر اس کے لئے علیحدہ علیحدہ ٹیمیں موجود ہیں، آپس میں مقابلہ بازی کے بعد جیتنے والی ٹیموں کو جو انعامات اور کپ ملتے ہیں ان کو سونے کی چڑیا سمجھ کر حاصل کرنے کے لئے دن ورات فکرمند ہیں......اتنی خرابیوں کے ہوتے ہوئے بھی اہل علم کا ایک طبقہ کرکٹ کے کھیل کو شرعی اعتبار سے جائز قرار دیتا ہے۔جبکہ مروجہ کرکٹ کا کھیل ایک جنونی اور متعدی کھیل ہے جس میں لگ کر لامتناہی سلسلہ چلتا ہے اس لئے اس کھیل کے کھیلنے، کھلانے، دیکھنے، دکھانے، سننے، سنانے کی کسی بھی حیثیت سے اجازت نہیں دی جاسکتی، ہر اعتبار اور ہر سطح پر اس کی حوصلہ شکنی اور کمر توڑنے کی ضرورت ہے کیونکہ کسی کام کی ابتدا ہی اس کی انتہا تک پہنچایا کرتی ہے اور شریعت کا یہ اصول ہے کہ جو کام بذاتِ خود جائز ہو مگر وہ گناہ کی طرف پہنچانے والا ہو وہ بھی ناجائز ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

مقالات ومضامین

محمد یونس

رشوت اور اس کی مروجہ صورتیں

(قسط۲)

وَلَاتَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقرہ آیت ۱۸۸)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ مالوں کو اس غرض سے حکام تک پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناحق ظلم سے کھا جاؤ اور تم کو معلوم بھی ہو

تشریح: مذکورہ آیت کے پہلے حصے یعنی ''وَلَاتَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ '' سے دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے پر استعمال کرنے کا حرام ہونا اصولی درجہ میں ثابت ہوا جس میں رشوت بھی داخل ہے اور اس آیت کے دوسرے حصے یعنی ''وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ ......الخ'' میں رشوت کا حرام ہونا بالکل صریح انداز میں واضح کیا گیا ہے تُدْلُوْا عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ ادلاء'' سے نکال کر بنایا گیا ہے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور کھینچنے کے ہیں (لغات القرآن وغیرہ) یعنی جس طرح پانی کا بھرا ہوا ڈول رسی کے ذریعے دور سے قریب کھینچ لیا جاتا ہے اسی طرح رشوت کے ذریعہ آدمی ایسے مقصد کو اپنے قریب کر لیتا ہے جس تک رشوت کے بغیر پہنچنا مشکل ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ افسران بالا اور حکام سے اپنی غرض کے موافق فیصلہ کرانے کی غرض سے ان کو اپنا مال رشوت کے طور پر مت پیش کرو۔

اس آیت سے رشوت کا حرام ہونا وضاحت وصراحت کے ساتھ ثابت ہوا سورۂ مائدہ کی ایک آیت کے ابتدائی جملوں میں یہودیوں کی چند بری خصلتیں ذکر کر کے مسلمانوں کو یہ ہدایت دی کہ یہ خصلتیں کافرانہ ہیں ان سے بچنے اور دور رہنے کا اہتمام کیا جائے فرمایا ''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ '' (آیت نمبر۴۲) یعنی یہ لوگ (دین کے بارے میں) غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام (مال کے کھانے والے ہیں۔ 'سحت' کے لفظی معنی کسی چیز کو جڑ یعنی بنیاد سے کھود کر برباد کرنے کے ہیں اور یہاں ''سُحْت '' سے مراد رشوت ہے رشوت کو 'سُحْت'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پورے ملک وملت کی جڑ، بنیاد اور امن عامہ کو تباہ کرنے والی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ جس ملک یا جس محکمہ میں رشوت چل جائے

Idara Ghufran

وہاں قانون معطل ہوکر رہ جاتا ہے، اور قانون ہی وہ چیز ہے جس سے کسی ملک یا محکمے کا امن اور نظم وضبط یا ڈسپلن برقرار رکھا جاسکتا ہے جب وہ معطل ہوگیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے، نہ آبرو اور نہ مال، اس لئے اسلام میں رشوت کو سحت فرما کر سخت حرام قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کے بعد اب احادیث کی روشنی میں رشوت کا جائزہ لے لیا جائے کہ حضور ﷺ اپنی زبان مبارک سے اس بارے میں کیا کچھ ارشاد فرماتے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے **اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ فِی النَّار** "یعنی رشوت دینے اور لینے والا دونوں دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے" (مجمع الزوائد ج ۴، بحوالہ بزار کنز العمال ج ۶ بحوالہ طبرانی صغیر) مطلب یہ ہے کہ رشوت کا لین، دین کرنے والے رشوت کے لین، دین کے عوض جہنم کے عذاب کو خریدتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر وہ جسم جو "سُحت" کے مال سے نشو ونما پائے وہ آگ میں جلائے جانے کا زیادہ مستحق ہے، سوال کیا گیا کہ سحت سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینا (کنز العمال ج ۳ ص ۲۱۱)

لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلی الرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ (مسند احمد، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

ایک روایت میں راشی اور مرتشی کے درمیاں سعی کرنے اور واسطہ بننے والے پر بھی لعنت کا اضافہ ہے (مسند احمد، بزار، طبرانی فی الکبیر)

تشریح: کسی مجرم کے لئے اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لعنت، اس سے انتہائی ناراضی و بیزاری کا اعلان اور نہایت سنگین سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداوند رحمٰن ورحیم نے اس مجرم کو اپنی وسیع رحمت سے محروم کردینے کا فیصلہ فرمادیا ہے اور اللہ کے رسول یا فرشتوں کی طرف سے لعنت کا مطلب اس شخص سے بیزاری اور اس کے قابل لعنت ہونے کا اعلان اور اس کی رحمت سے محروم کردیے جانے کی بددعا ہوتی ہے اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والوں اور رشوت دینے والوں سے اپنی انتہائی ناراضی وبیزاری کا اظہار فرمایا اور ان کے لئے بددعا فرمائی کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کردے۔ اللہ کی پناہ! رحمۃ للعالمین ﷺ جس بدنصیب سے بیزاری کا اعلان فرمائیں اور اس کے لئے رحمت خداوندی سے محروم کیے جانے کی بددعا

فرمائیں اس بدبخت کا کہاں ٹھکانا؟ اس حدیث کی بعض روایتوں میں ایک لفظ ''والرائش'' کا اضافہ بھی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رشوت لینے اور دینے والے کے علاوہ اس درمیانی آدمی (دلال) پر بھی رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی جو رشوت کے لین دین کا ذریعہ اور واسطہ بنے (معارف الحدیث ج ۷) ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی قوم میں رشوت کا لین دین رواج پا جائے تو رعب کے ذریعہ ان کی گرفت کی جائے گی (یعنی ان کے دلوں پر رعب ڈال دیا جائے گا) (مسند احمد)

فائدہ: رشوت کی نحوست ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسے بزدل بنا کر ان کے دلوں پر غیروں کی ہیبت بٹھا دی جاتی ہے اور شجاعت و بہادری کے جوہر سے اس قوم کو محروم کر دیا جاتا ہے۔

رشوت کسے کہتے ہیں؟

جس کام کے کرنے پر کسی شخص کو متعلقہ محکمہ سے تنخواہ یا اجرت وغیرہ ملتی ہو اس کے کرنے پر اس تنخواہ کے علاوہ کسی سے کچھ وصول کرنا شرعاً رشوت کہلاتا ہے مثال کے طور پر کوئی شخص کہیں تنخواہ پر ملازم ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ عوام کے جو کام اس سے متعلق ہیں وہ ان کو انجام دے اب ان کاموں کے انجام دینے پر عوام سے کسی چیز کا مطالبہ کرنا شرعاً رشوت ہے خواہ وہ نقدی کی شکل میں ہو یا پھل، مٹھائی وغیرہ کھانے پینے کی چیز کی صورت میں ہو یا کسی اور چیز کی شکل میں ہو یا اس شخص سے اپنا کوئی کام کرنے اور نکالنے کی صورت میں ہو تو یہ سب صورتیں رشوت میں داخل ہیں ......اور جو خدمات اور ذمہ داریاں متعلقہ محکمے کی طرف سے ملازم کے سپرد کی گئی ہیں کچھ لے دے کر ان کی خلاف ورزی اور متعلقہ محکمے کے قانون کے خلاف کرنا کئی گنا جرم ہے، کیونکہ اس میں رشوت کے گناہ کے علاوہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنے کا گناہ بھی شامل ہے اور اس قسم کی حرکت سے ملازم کی تنخواہ کے ناجائز ہونے کا بھی خطرہ ہے کیونکہ جس چیز پر متعلقہ محکمہ کی طرف سے اسے عہدہ سپرد کیا گیا ہے اور اسے تنخواہ دی جارہی ہے وہ اپنے فرائض انجام دینے کے بجائے ان کی سراسر مخالفت کر کے متعلقہ محکمہ کے ساتھ بغاوت کر رہا ہے علاوہ ازیں اس میں متعلقہ محکمے کے ساتھ معاہدے کی خلاف ورزی اور دھوکہ دہی نیز خیانت جیسے کبیرہ گناہ بھی شامل ہیں جن کو احادیث میں منافق کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے اور اندیشہ ہے کہ ان کو اس ضمیر فروشی کے جرم کی بدولت خالص منافقین کے ساتھ ''درکِ اسفل'' یعنی جہنم کے نچلے طبقے میں گھسیڑ دیا جائے (جاری.........)

مقالات و مضامین

محمد امجد حسین

مسلمانوں کے شاندار ماضی کے درخشاں پہلو اور روشن مستقبل کے لئے مشعلِ راہ

یادِ عہدِ رفتہ

(تیسری و آخری قسط)

یہ ان چند اہم علوم و فنون کے باب میں مسلمانوں کے شاندار کارناموں کا مختصر جائزہ تھا جن کی بنیاد پر جدید تہذیب و تمدن کی اٹھان ہوئی اور سائنس و ٹیکنالوجی کی موجودہ ترقی کی راہ ہموار ہوئی یہاں فطری طور پر ان قارئین کے دل و دماغ میں یہ سوال پیدا ہوگا جو تاریخ عالم خصوصاً تاریخ اسلام کے مطالعہ سے ابھی تک محروم ہیں کہ امت عروج و اقبال کی اس سدرۃ المنتہیٰ سے ذلت و اِدبار کی اس تحت الثریٰ میں کیسے گری، اس کی تفصیلات جاننے کے لئے تو خود تاریخ کا مطالعہ کرنا پڑے گا مختصراً یہ کہ اسلام کے آفتاب عالمتاب نے جس طرح چار دانگ عالم کو اپنی روحانی و مادی تجلیات و انوارات سے مستفید کیا خیر القرون سے یہ سلسلہ اٹھارہویں صدی (ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ) تک برابر جاری رہا مشرق و مغرب کی تمام قابل ذکر اقوام نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس جام سے اپنے اپنے سبو بھرے کسی قوم نے فقط مادی دولت پر اور طبعی علوم اخذ کرنے پر اکتفا کیا جیسے اکثر اقوام یورپ اور کسی نے مادی و روحانی، ظاہری و باطنی ہر طرح کی سعادتیں سمیٹیں اور آفاقی اسلامی ملت کا حصہ بنیں جیسے اکثر ایشیائی و افریقی اقوام، اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں بہت سی آندھیاں اور طوفان آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے موجودہ سامراجی مغربی تسلط تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جب امت کے اجتماعی وجود نے چھوٹے یا بڑے یا بہت بڑے طوفان کے تھپیڑے نہ سہے ہوں حتیٰ کہ درمیان میں فتنہ تاتار اور صلیبی جنگیں تو ایسے بڑے فتنے تھے کہ اگر اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب و ملت کو ایسے طوفان بے تمیزی سے سابقہ پڑتا تو کبھی کا خس و خاشاک کی طرح بہہ چکا ہوتا مگر اسلام آزمائش کی ان دونوں بھٹیوں سے کندن بن کر نکلا، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ ان دونوں قیامت خیز سانحوں کی حشر سامانی نے امت کی ماضی و مستقبل میں بڑی خلیج پیدا کی، فتنہ تاتار سے پہلے علم و ہنر کی ہر وادی میں بے حساب سوتے پھوٹ رہے تھے اور سیرت و کردار کی ہر شاخ پر

آئے دن نئی نئی کونپلیں اپنی بہار جانفزا دکھا رہی تھیں اور مشارق الارض سے مغارب الارض تک چمن اسلام ان گلہائے رنگارنگ سے باغ و بہار دکھا رہا تھا فتنہ تاتار کے بعد یہ سوتے خشک ہونے شروع ہو گئے مثل مشہور ہے مسلمانان درگور مسلمانی در کتاب ''لیکن فتنہ تاتار نے دنیائے اسلام کو قبرستان بنانے کے ساتھ ساتھ مسلمانی کو کتابوں میں بھی نہیں چھوڑا تھا، تاریخ گواہ ہے کہ جیحون و سیحوں اور دجلہ و فرات نے خونی موجیں مارنے کے ساتھ ساتھ سیاہی کی موجیں بھی ماری ہیں، مسلمانوں کا چھ سو سالہ علمی ورثہ، بغداد کے جن کتب خانوں میں مقفل تھا وہ کتب خانے بھی دریا برد ہوئے، فتنہ تاتار کے بعد ہواؤں کے رخ پہ رکھے اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کو بجھنے نہ دینا ہی اتنا بڑا کام تھا کہ جس میں زمانے بیت گئے، دوسری طرف صلیبی جنگوں نے بھی عالم اسلام کو کچھ کم چرکے نہیں لگائے۔ اگرچہ خود صلیبی درندوں نے بھی اپنی بدمستیوں کا خوب مزا چکھا، لیکن ایک بڑا فائدہ یورپ کو ان صلیبی جنگوں کا یہ ہوا کہ قرون وسطیٰ کے پاپائیت کے استبداد اور قیصروں کے پنجۂ خونیں میں جکڑے ہوئے یورپ پر مسلمانوں کے ساتھ اختلاط مسلمان علاقوں میں آمدورفت اور قیام کی وجہ سے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی پرچھائیں پڑیں، مسلمانوں کے علم و فضل اور مثالی تہذیب و تمدن سے انہوں نے گہرا اثر لیا اور دوسری طرف قرطبہ و غرناطہ کے دانش کدوں نے یورپ میں علم و فضل کی بھرپور آبیاری کی اور تہذیب و تمدن سے یورپ کو مالا مال کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ پاپائیت نے روشنی کی ان کرنوں کو گرفتار کرنے اور یورپ کی تاریکی کو برقرار رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن ؎ مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی

آخر قیصر کا قلع قمع اسلام کے نامور سپوت ترک سلاطین نے کیا، اور پاپائیت کو خود اہل یورپ نے دیس نکالا دیا، اور یورپ میں تحریک احیائے علوم کا غلغلہ عام اور شہرہ تام برپا ہوا اور اس کے نتیجہ میں یورپ اٹھارہویں صدی میں صنعتی انقلاب کے دور میں داخل ہوا

کاش کہ یورپ قدرت کے اس انتخاب کا حق ادا کرتا جو تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ (سورہ آل عمران) کے قانون کے تحت آج اس کے حصہ میں آیا تھا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یورپ صنعتی انقلاب کے دور میں کیا داخل ہوا کہ دنیا پر قیامت ٹوٹ پڑی، دنیا پر جہانبانی کا موقعہ تو تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف قوموں کو ملا لیکن عروج و اقبال کی یہ ہما جب یورپ کے سر پر بیٹھی تو ان کے سر میں استبداد و استحصال کی وہ ہوا بھری کہ انہوں نے انسانیت کے سارے اخلاقی ضابطے ہی توڑ ڈالے، پوری دنیا کو اپنی حرص و آز کی

بھٹی بنا دیا، مسلم امہ جن سے علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سکھ کر وہ آج دنیا میں سر اٹھانے کے قابل ہوئے تھے سب سے پہلے انہی کے تاج وتحت اچھالے گئے قوت بازو اور جوانمردی کے بل بوتے پر نہیں بلکہ مکروفن، عیاری ودغابازی کے زور پر، ؎ فرنگی شیشہ گھر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی

یورپ کی دو تین سو سالہ جہانبانی کی تاریخ دیکھی جائے تو انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے، کہ قوموں اور ملکوں اور علاقوں پر تسلط جمانے اور برقرار رکھنے کے لئے کیسے کیسے اوچھے ہتھکنڈے آزمائے گئے، مسلمانوں نے بھی ایک ہزار سال تک جہانبانی کی ہے لیکن دونوں کے انداز جہانبانی میں دن اور رات کا سا فرق اور زمین وآسمان کی سی پستی وبلندی ہے۔ یہاں پورے دن کی روشنی ہے تو وہاں طوفانی رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ''کَقِطَعِ اللَّيۡلِ الۡمُظۡلِمِ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّجِّىٍّ يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ ''، چھٹی صدی عیسوی میں جب جزیرہ عرب میں اسلام کی صبح صادق طلاع ہوئی اور کوہ فاراں کے اوٹ سے ہدایت کا آفتاب عالم تاب بلند ہوا تو اس وقت مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک گھٹا ٹوپ اندھیرے تھے، جزیرہ عرب، فارس وروم ہند وچین کی چھٹی صدی کی تاریخ ریکارڈ پر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانے کی نبضیں رک گئی ہیں اور انسانیت کا قافلہ ہلاکت کے ایک عمیق غار کی طرف لحہ بہ لحہ قریب ہوتا جارہا ہے جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے ''كُنۡتُمۡ عَلٰى شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَكُمۡ مِّنۡهَا ''(سورہ نساء) نبی علیہ السلام نے ان نازک ترین حالات میں جب اپنی دعوت کا صور اسرافیلی پھونکا اس سے محض تئیس سال کے قلیل عرصہ میں پورے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ گئی اور پھر نصف صدی کے اندر اندر نبی علیہ السلام کی صحبت یافتہ قدوسی جماعت نے مشرق ومغرب میں جاں بلب انسانیت کو حیاتِ نو بخشی اوہام وخیالات اور مذاہب باطلہ کے جور وجبر کی وہ زنجیریں جنہوں نے صدیوں سے اولاد آدم کے دل ودماغ اور جسم وجان کو جکڑ رکھا تھا آناً فاناً کٹتی گئیں، دنیا میں تہذیب وتمدن، علم وحکمت، اور آفاقی تعلیمات کا غلغلہ برپا ہوا، پوری دنیا روشنی میں نہا گئی، ترک وتاتاری، اسلام کی روشنی کو پابہ زنجیر کرنے نکلے، لیکن اسلام نے ان کے دست وپا کو نہیں دل ودماغ کو جکڑ لیا اور اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر بنا دیا حالانکہ کوئی قوم آج تک ایسی زنجیر نہیں بنا سکی جو دل ودماغ کو جکڑ سکے ؎ سودے کے لئے بازار گئے ہم

ہاتھ اس کے بکے جس کے خریدار گئے ہم

تصویر کے دونوں رخ سامنے ہیں۔ مسلمانوں کی جہان بانی نے تو دنیا کو ہلاکت کی دلدل سے نکالا

اوراجتماعی خودکشی سے بچایا،لیکن یورپ کی جہانبانی نے اسلامیوں کے خون جگر سے آبیاری پاکر وجود میں آنے والی جنت نظیر دنیا پر شب خون مارا اوراسے ماضی کی راہوں پر لوٹادیا حقیقت یہ ہے کہ ان مغربی قمار بازوں کے ہاتھوں آج انسانیت چھٹی صدی مسیحی سے بھی زیادہ نازک حالت میں ہے اور دنیا تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے۔دنیا کی تباہی آج جتنی آسان ہے شاید انسانی تاریخ کے کسی دور میں نہیں رہی، اگر یہ حقیقت ہے کہ ایسے ریموٹ کنٹرول بریف کیس موجود ہیں کہ پوری ہنستی بستی دنیا کو چشم زدن میں اجاڑنے کا سسٹم ان میں فراہم ہے تو پھر دنیا کے امن وسلامتی کی کیا ضمانت رہ جاتی ہے؟ انہی مغربی قزاقوں کے دانشور اسلام کو بزور تلوار پھیلانے کا طعنہ مسلمانوں کو دیتے رہے اور بعض مرعوب مسلمان مفکرین اس کے دفاع میں اسلام کے نظریہ جہاد پر ہاتھ صاف کرتے رہے ؎

اپنے عیبوں کی کہاں آپ کو کچھ پرواہ ہے غلط الزام بھی اوروں پر لگا رکھا ہے
یہ ہی فرماتے رہے تیغ سے پھیلا اسلام یہ نہ ارشاد ہوا ایٹم سے کیا پھیلا ہے
اسلام کو جو کہتے ہیں پھیلا بزور تیغ یہ بھی کہیں کہ پھیلی خدائی بزور موت

انسان جسم وروح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے جسم مادی چیز ہے اس کی تمام ضروریات اس جہان رنگ وبواوراس عناصر کی دنیامیں موجود ہیں جن سے استفادہ کے لئے عقل وحواس کی رہنمائی کافی ہے لیکن روح غیر مادی چیز ہے اس کی غذا وضروریات بھی غیر مادی ہیں ۔روح عالم بالا کی چیز ہے اس کی حیات وبقا کا سامان بھی عالم بالا سے ہی آتا ہے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے ہی روح نمو اور جلا پاتی ہے، مسلمانوں نے وحی الٰہی کی روشنی میں انسانیت کے جسم وروح دونوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھا اور دونوں کے تقاضے پورے کئے ...... یورپ نے انسان کو ترقی یافتہ جانور (ڈارونی تھیوری) قرار دے کر روح کی اہمیت وضروریات ہی کا سرے سے انکار کردیا اور صرف مادی گتھیاں سلجھانے میں لگ گیا یورپی مفکرین نے جو فلسفہ پیش کیا ہے اس میں نری مادیت بھری ہوئی ہے اوراس پر استعمار کی عمارت استوار ہوئی ہے اور پھر مغربی استعمار کے اس غیر فطری نطفے سے کمیونزم کی تخم ریزی عمل میں آئی اوراس ناجائز بطن سے سوشلزم واشتراکیت کے بچہ جمہورا کی ولادت ہوئی ،جس نے مادہ کو بجائے خود خدا بنالیا اور معاش کو انسانی زندگی کا محور ومقصد ٹھہرالیا اور زندگی وحیات انسانی کی ساری وسعتیں اس تنگنائے کے گرد مرکوز کردیں اور ایک عرصے تک خود مغربی سامراج کے لئے دردسر بنا رہا (آخر اسلام کے سپوتوں نے ہی دنیا کو اس عفریت

سے نجات دلائی) روح سے خالی اور روحانی اقدار سے محروم مغربی فلسفہ وفکر اور کلچر وثقافت نے آج ساری دنیا کو اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے اور یہ زہر کم وبیش زندگی کے سارے شعبوں میں سرایت کر چکا ہے لیکن سب سے بڑا المیہ امت مسلمہ کا مجموعی طور پر اس نری مادی وحیوانی فکر وکلچر کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے ۔

جو کر سکتے تھے اپنے زمانے کی امامت　　وہ کہنہ دماغ زمانے کے پیرو نکلے

صنعتی مشین ترقی کا منفی رخ اختیار کرنے اور انسانیت کی تخریب کا باعث بننے کی وجہ ہی یہ ہے کہ یہ مغربی انقلاب اول دن سے ہی روحانیت سے خالی اور صحیح آسمانی آفاقی تعلیمات سے محروم ہے اس کا نتیجہ یہی نکلنا تھا کہ دنیا مادیت کے لحاظ سے آج اوج ثریا پر پرواز کر رہی ہے تو دوسری طرف روحانی لحاظ سے جو انسان کی اصل حقیقت ہے اور اسے خلافت ارضی کا حقدار بناتی ہے دنیا چھٹی صدی مسیحی سے پہلے کے عہد جاہلیت کو بھی شرما رہی ہے، کاش کہ امت مسلمہ جو آج بھی روحانیت کی بھرپور پونجی اپنے کیسہ میں رکھتی ہے اور آسمانی تعلیمات سے قرآن وحدیث کی محفوظ ترین شکل میں مالا مال ہے۔ مادیت میں یورپ سے استفادہ کرتی اور روحانیت کی دولت سے یورپ کو مالا مال کرنے کے لئے اس طرح خم ٹھونک کر میدان میں اترتی جو ہمارے اسلاف کا طرہ امتیاز رہا ہے، قیصر وکسریٰ بھی اپنے زمانہ کی ترقی یافتہ ترین سلطنتیں بلکہ (بزعم خویش) سپر طاقتیں اور ایمپائر تھے، لیکن صحابہ وتابعین اس مادی چکا چوندی سے متاثر نہیں ہوئے بلکہ آسمانی تعلیمات اور روحانی دولت پہنچانے کے لئے دیوانہ واران قوموں کے پاس پہونچے اور ان طاغوتی حکمرانوں سے جو ان تعلیمات کو عام پبلک اور رعایا تک پہنچانے میں رکاوٹ تھے خونریز جنگیں لڑیں، چنانچہ پھر اسی کسریٰ کے قلمرو فارس وخراسان سے ابوحنیفہ، ابو یوسف اور اصحابِ صحاح ستہ جیسے حضرات کی شکل میں ہدایت کے ایسے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے کہ دنیا آج تک ان کی ضوفشانی سے جگمگا رہی ہے۔ اس کھوکھلی مادیت سے پہلے تو مغرب نے دنیا کو تباہ کیا لیکن مکافات عمل میں آج خود مغرب بھی موت وحیات کی کشمکش میں ہے ۔

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا　　اپنی زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا　　اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

معاشی بلیک میلنگ اور ایٹمی وکیمیائی بموں کی مصنوعی وغیر فطری قوت وتسلط صرف اوپر کا خول ہے ۔ یہودی ساہوکاروں کی سودی بیساکھیاں روحانیت سے اپاہج یورپ کو کب تک سہارا دے سکتی ہیں؟ اے

امت مسلمہ! آج پھر دم توڑتی انسانیت تمہاری راہیں تک رہی ہے تم دوسوسال سے روحانیت سے منہ موڑ کر جو تمہارے گھر کی پونجی ہے مادیت میں یورپ کے پیچھے سرپٹ دوڑے جارہے ہو لیکن زرادم بھر کے لئے رکو! سانس لو! اپنے حواس بحال کرو! اور پھر تھوڑی دیر کے لئے سوچو! اپنے گریبان میں جھانکو! کہ اس بے لگام دوڑ میں تمہارے ہاتھ کیا آیا؟ کیا ہم مغرب کے ہم پلہ وہم رکاب ہوگئے ہیں یا محض ان کا تھوکا چاٹ رہے ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اپنی تمام ایمانی وروحانی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر اور اپنے دین سے بغاوت کرکے مادیت کا کلمہ پڑھنے اور مغربی فکر وکلچر کو نمونہ زندگی اور دستور حیات بنانے کے باوجود ہم مشینی ایجادات اور سائنسی انکشافات میں محض طفل مکتب ہیں؟ اور صرف مغربی انکشافات وایجادات پر ہی سر دھنتے رہتے ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے عصری تعلیمی اداروں میں سائنس وغیرہ طبعی علوم جو پڑھائے جاتے ہیں یا جو چھوٹی موٹی لیبارٹری تجربات کئے جاتے ہیں یہ تقلید جامد اور محض نقالی کی حد تک ہیں۔ یورپ کے دماغی قافلے عرصے سے جن راہوں سے گزر چکے ہیں اور گزرتے جارہے ہیں ہم سانپ گذرنے کے بعد وہ لکیر پیٹ رہے ہیں اور اپنے بچوں کو طوطوں کی طرح یورپی موجدین کے کارنامے رٹا رہے ہیں اس بے مقصد نظام تعلیم نے ہمیں کتنے سائنس دان اور ماہرین فن عطا کئے ہیں جن پر ہم فخر کرسکیں یہ بے مقصد نظام تعلیم ایک دودھاری تلوار ہے جو ہماری نسلوں کو دین سے بے گانہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں طبعی اور سائنسی علوم میں بھی کوئی کمال پیدا نہیں کرتی بلکہ تعلیم کے نام پر ان کی زندگی کے بہترین زمانے کو ضائع کیا جاتا ہے اور آج تمام انتظامی واجتماعی شعبوں میں باصلاحیت لوگوں کا قحط ہے اور نااہلوں کی بھرمار ہے کیا یہ اسی بے مقصد نظام تعلیم کا شاخسانہ نہیں؟ کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم لارڈ میکالے کے پھیلائے ہوئے جال سے نکل آئیں؟ ہم مسلمان قوم ہیں۔ ہمارے اسلاف کی ہزار سالہ درخشاں ماضی ہماری میراث ہے۔ ہمارے دین میں مادیت وروحانیت اور دین ودنیا کی تفریق نہیں ہمیں ایسے نظام تعلیم اور ایسے اجتماعی نظام کی ضرورت ہے جو دین سے ہمارا رشتہ کمزور نہیں بلکہ مضبوط کرتے اور علم وہنر کے مختلف شعبوں میں ہمارے اندر تحقیق وجستجو اور ترکیب وایجاد کی محنت کا جذبہ پیدا کرے ؎

اپنی ملت کو قیاس اقوام مغرب سے نہ کر　　　خاص ہے طریق میں قوم رسولِ ہاشمی

اندکے از غم دل گویم وبسے ترسیدم　　　کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

علم کے مینار ابوعفان

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

مکہ کے چرواہے سے کوفہ کے امام تک

آج سے چودہ سو سال پہلے جب دنیا کی سرزمین پر جہالت، عداوت اور بغاوت کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے تھے، دنیا نزع کے عالم میں تھی اور موت کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی کہ کاروان کی چوٹیوں سے توحید کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی جان میں جان آ گئی، اندھیرے چھٹنے شروع ہو گئے، جہالت نے رختِ سفر باندھ کر واپسی کا رُخ کیا، خالقِ کائنات نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں آخری اور تکمیلی نبی کو مبعوث فرمایا۔ ابھی اس نبی کی دعوت پر لبیک کہنے والے افراد کی ایک چھوٹی سی جماعت کی شکل بنی تھی اور اللہ کا یہ نبی معجزات کی تائید لے کر اللہ کے پیغام کو اللہ کی زمین پر پھیلانے میں مصروف تھا۔

اسی دوران ایک مرتبہ اللہ کا یہ پیارا اور آخری نبی اپنے مونس و ہمدم ساتھی ابوبکر صدیق کی معیت میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک کم عمر چرواہے کو دیکھا جو ''عقبہ بن معیط'' نامی شخص کی بکریاں چرانے میں مصروف تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے لڑکے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا...... پیارے بیٹے تمہارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھانے میں مدد کرو..... چرواہے نے برجستہ جواب دیا...... میں آپ کو دودھ فراہم نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ میرے پاس دوسرے کی امانت ہے......اللہ کے نبی کی پیاری آواز کانوں میں پڑی۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس سے بچے نہ پیدا ہوئے ہوں (اور وہ دودھ کے قابل نہ ہو) ...... چرواہا......جی ہاں ایک بکری ہے......اللہ کے نبی نے فرمایا ادھر لے آؤ...... یہ حاضر خدمت ہے چرواہے نے یہ کہتے ہوئے بکری پیش کردی......آپ ﷺ نے اس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی......اور یکایک بکری کے خشک تھن دودھ سے لبریز ہو گئے......حضرت ابوبکر صدیق نے ایک طرف لے جا کر تھنوں سے دودھ نکالا اور چرواہے سمیت تینوں حضرات نے سیراب ہو کر نوش کیا......اس کے بعد اللہ کے نبی نے تھن کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا........اپنی حالت پر لوٹ آ اور خشک ہو جا........یہ کہنا تھا کہ تھن اپنی خشک حالت پر لوٹ آیا........اس معجزانہ واقعہ کا دیکھنا تھا کہ چرواہے کے دل پر گہرا اثر ہوا......

فوراً بارگاہِ رسالت میں اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا۔اس کم عمر چرواہے کو دنیائے اسلام عبداللہ بن مسعود (صحابی) کے نام سے یاد کرتی ہے۔اللہ کا کرنا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہوا جو اپنے علم وفضل کے اعتبار سے دنیائے اسلام کے امام اور پیشوا تسلیم کئے گئے ہیں۔ایک بکریاں چَرانے والے شخص کو اللہ رب العزت کی بے پناہ رحمت وقدرت نے حضور ﷺ کی صحبت اور نظر کرم کی بدولت علم وفضل کے آسمان پر روشن ستارہ بن کر چمکا دیا......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے علم کی پیاس اپنے دل میں رکھتے تھے،اس لئے اسلام قبول کرتے ہی اپنی اس پیاس بجھانے کے لئے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ''اے اللہ کے رسول مجھے تعلیم فرما دیجئے'' جس کے جواب میں بارگاہ رسالت سے آپ کو یہ بشارت سنائی گئی ''اِنَّکَ غُلَامٌ مُعَلَّمٌ'' یعنی تم تو تعلیم یافتہ لڑکے ہو'اس کا اثر ظاہر ہوئے بغیر نہ رہا اور آپ علم وفضل کے سمندر (نبی امی) سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے شب وروز،سفر وحضر،جلوت وخلوت میں حاضری کا اہتمام فرماتے لگے اس کے باوجود اپنی والدہ محترمہ ''حضرت ام معبد'' کو آپ ﷺ کے دولت خانہ پر بھیج کر گھریلو اور خانگی معمولات ومصروفیات کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتے،نبی ﷺ کی صحبت اور علم دین کی طلب کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ حضور ﷺ کے خاص خادموں کے حلقہ میں شامل ہوگئے،اور مسواک اٹھا کر رکھنے جوتہ مبارک پہنانے،عصا لے کر آگے چلنے اور سواری پر زین باندھنے جیسی خدمات بھی آپ کے حصہ میں شامل ہوگئیں،اور ترقی وعروج کی اس منزل تک پہنچ گئے کہ اپ کا شمار حضور ﷺ کی ہم رکاب ہستیوں میں ہونے لگا......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے آپ کو حضور ﷺ کی مسواک اور وضو پانے والے شخص کا خطاب حاصل ہوا............آپ کا شمار بدریین صحابہ میں ہوتا ہے،قرآن مجید اور اس کی تفسیر،روایت حدیث،فقہ اور اصولِ فقہ اجتہاد واستنباط درس وتدریس اور وعظ وتقریر کے اس بلند وبالا مقام تک پہنچ گئے کہ آج علم وفضل کے عظیم ستاروں اور میناروں کی صف اول کی فہرست میں آپ کو شامل کیا جاتا ہے۔

اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا نمبر چھٹا ہے مکہ میں سب سے پہلے بآوازِ بلند قرآن پڑھنے والے یہی تھے آپ کو حبشہ اور مدینہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔کوفہ میں دینی تعلیم کی بنیاد آپ کی برکت سے قائم ہوئی اور عراق کے پورے

خطہ میں آپ کے فقہ کی پیروی کی جانے لگی ان کی درسگاہ سے بڑے بڑے صاحبِ کمال سند فضیلت کا شرف لے کر نکلے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگردوں میں حضرت علقمہ اور حضرت اسود امتیازی حیثیت رکھتے ہیں ان کے بعد ان کے شاگرد حضرت ابراہیم نخعی کی علمی خدمت کو وہ مقام ملا کہ جس کی بدولت آپ ''فقیہ العراق'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت ابراہیم نخعی کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کا بڑا ذخیرہ موجود تھا جو آپ کو زبانی یاد تھا حضرت ابراہیم نخعی سے یہ علم منتقل ہو کر آپ کے شاگرد حضرت حماد کی طرف آیا اور حضرت حماد سے منتقل ہو کر آپ کے خاص شاگرد حضرت امام ابوحنیفہ کے حصہ میں آیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس علمی وراثت کو (جو انہیں حضور ﷺ سے حاصل ہوئی تھی) اس قدر وسعت دی کہ آج اکثر اسلامی دنیا آپ کے فیض و برکات سے مالا مال ہے۔ خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت حارث، حضرت عمرو اور حضرت عبیدہ بن قیس پر ختم ہیں اور ان سب ہستیوں کے تمام علوم دو آدمیوں میں جمع ہوئے ایک ابراہیم نخعی اور دوسرے عامر شعبی اور یہ دونوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کے دوسرے خصوصی استاذ حضرت حماد ہیں اور انہیں حدیث وفقہ کا بالاتفاق امام مانا گیا ہے فقہا کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ ''فقہ اور مسائل کا کھیت حضرت عبداللہؒ بن مسعود نے بویا اور علقمہؒ نے اس کو سینچا اور ابراہیمؒ نخعی نے اس کو کاٹا اور حمادؒ نے اس کو بھوسی اور چھلکے سے علیحدہ کیا اور امام ابوحنیفہؒ نے اس کو پیس کر باریک کیا اور امام ابو یوسفؒ نے اس کا آٹا گوندھا اور امام محمدؒ نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی لوگ اس کے کھانے والے ہیں۔

۳۲ھ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سن مبارک جب ساٹھ سال سے آگے بڑھ چکا تھا تو آپ بیماری میں مبتلا ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آخری وقت میں معافی تلافی اور عیادت کے لئے تشریف لائے اور گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت عثمانؓ:۔ آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟ حضرت عبداللہؓ:۔ اپنے گناہوں کی۔

حضرت عثمانؓ:۔ آپ کس چیز کے طلبگار ہیں؟ حضرت عبداللہؓ:۔ اللہ کی رحمت کا۔

حضرت عثمانؓ:۔ آپ کے لئے طبیب بلاؤں؟ حضرت عبداللہؓ:۔ مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے

حضرت عثمانؓ:۔ آپ کا وظیفہ جاری کر دوں؟ حضرت عبداللہؓ:۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

Idara Ghufran

حضرت عثمانؓ:۔ آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا؟ حضرت عبداللہ:۔ کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج ہو جانے کا خوف ہے؟ میں نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا ہے کہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا" (اسد الغابۃ) سے بالا آخر اسی بیماری کے دوران اپنے مال و اسباب، اولاد اور اپنے کفن دفن کے متعلق مختلف وصیتیں فرما کر ۳۲ھ میں یہ علم و فضل کا ماہتاب غروب ہو گیا مگر اپنے علم و فضل کی روشنی تا قیامت دنیا میں چھوڑ گیا۔ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی (طبقات ابن سعد)

اس طرح زمانۂ جاہلیت کی بکریوں کا ایک چرواہا علم دین کی طلب و جستجو کی بدولت ساری دنیا کو اپنی روشنی سے منور کر گیا اور دنیا و آخرت کی عزت و دولت سے سرخرو ہو کر یہ سبق چھوڑ گیا کہ علم دین کی طلب اور جستجو انسان کو جنگل اور صحراؤں کی وادیوں سے نکال کر بام عروج تک پہنچا دیتی ہے۔ آج بھی علم کے طلبگاروں کے لئے راستے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم دین کا سچا طالب بنا دیں۔ آمین

مکروہ وقت میں نماز پڑھنا

تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں کسی بھی قسم کی نماز پڑھنا مکروہ تحریمی (یعنی حرام کے بالکل قریب) ہے (۱) سورج طلوع ہوتے وقت (۲) زوال کے وقت (۳) سورج غروب ہوتے وقت۔

اور یہ اوقات گھڑی کے اعتبار سے ہمیشہ ایک وقت پر نہیں ہوا کرتے بلکہ موسم کے اعتبار سے تبدیلی آتی رہتی ہے۔ آج کل گھروں میں اوقات نماز کے نقشے بھی موجود نہیں ہوتے (جن کا گھروں میں ہونا بہت ضروری ہے) جس کی وجہ سے مکروہ اوقات میں نماز پڑھ کر نہ جانے کتنی مرتبہ مکروہ تحریمی کا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ خواتین تو اس میں بہت ہی کوتاہی کرتی ہیں۔ خاص طور پر جب صبح کو آنکھ دیر سے کھلے تو اٹھتے ہی وضو کر کے جو وقت بھی ہوا نماز پڑھ لی جاتی ہے اس غفلت سے اپنے آپ کو نکالنے کی ضرورت ہے اس غلطی سے بچنے کا آسان حل یہ ہے کہ اپنے یہاں دائمی نقشہ اوقات نماز رکھیں آج کل جیبی سائز میں بھی مل جاتے ہیں جو اپنے ساتھ رکھ کر بوقتِ ضرورت ان سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے اسی طرح بعض حضرات عصر کی نماز میں اتنی تاخیر کر دیتے ہیں اور عورتیں تو بہت ہی اس معاملہ میں آگے ہیں کہ مغرب میں تھوڑا وقت رہ جاتا ہے اور سورج کی روشنی پھیکی اور ماند پڑ جاتی ہے اتنی دیر کرنا بھی مکروہ اور گناہ ہے نماز کو اس کے صحیح وقت میں پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے

تذکرہ اولیاء

طارق محمود

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آمیز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف

(آخری قسط)

حجاج بن یوسف کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا یہ بہت ظالم حکمران تھا یہ بھی حضرت سعید بن جبیر کے زمانہ میں تھا لیکن ان کی بہت عزت کرتا تھا اور انہیں ایک زمانہ میں کوفہ شہر کا قاضی اور جامع مسجد کا امام مقرر کر رکھا تھا.............ایک دور ایسا آیا کہ یہ حجاج ابن یوسف کے مظالم کے خلاف آواز اٹھانے والوں کے ساتھ ہوگئے، حجاج نے آپ کو گرفتار کرا کر اپنے سامنے حاضر کیا اور سخت غصہ کی حالت میں گفتگو شروع کی...........**حجاج:** تمہارا نام کیا ہے ....**حضرت سعید:** سعید بن جبیر (جس کے معنی ہیں نیک بخت)......**حجاج:** نہیں بلکہ تو شقی بن کسیر ہے (جس کے معنی ہیں کہ بد بخت اور حقیر کی اولاد ہے) ......**حضرت سعید:** میری والدہ تیرے مقابلہ میں میرے نام سے زیادہ واقف تھی ......**حجاج:** تیری والدہ بھی شقی (بد بخت) اور تو بھی ......**حضرت سعید:** غیب کی باتوں کو جاننے والا (کہ کون نیک بخت اور کون بد بخت ہے) کوئی اور (یعنی اللہ) ہے......**حجاج:** میں تمہاری زندگی کو بھڑکتی ہوئی آگ سے بدل دونگا......**حضرت سعید:** اگر مجھ کو یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو معبود بنالیتا......**حجاج:** حضرت محمد ﷺ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے......**حضرت سعید:** آپ ﷺ نبی رحمت اور امام ہدایت تھے......**حجاج:** حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں ہیں......**حضرت سعید:** اگر میں جنت اور دوزخ کی سیر کرتا تو مجھے معلوم ہوتا کہ کون جنت میں ہے اور کون دوزخ میں ہے......**حجاج:** اللہ تعالیٰ کے ہاں کون زیادہ بہتر ہے......**حضرت سعید:** اس کا علم اس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ) کو ہے جو ظاہر اور باطن دونوں کو جانتا ہے......**حجاج:** (حضرت سعید کی صفائی اور حاضر جوابی سے متاثر ہو کر) میں چاہتا ہوں کہ تم کسی بات میں تو میری تصدیق کرو ......**حضرت سعید:** مجھے تم سے محبت نہ ہوتی تو میں تمہاری مخالفت نہ کرتا (یعنی میں تمہیں جہنم سے بچانا

Idara Ghufran

چاہتا ہوں) اس لئے مخالفت کرتا ہوں۔ تو یہ مخالفت بھی محبت کی وجہ سے ہوئی)...... **حجاج:** تمہیں کیا ہوا کہ تم ہنستے نہیں...... **حضرت سعید:** وہ شخص کیسے ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہو اور اس کو یہ معلوم ہو کہ آگ مٹی کو کھا جاتی ہے...... **حجاج:** پھر ہم لوگ کیوں ہنستے ہیں...... **حضرت سعید:** کسی کا دل غافل ہوتا ہے کسی کا بیدار ہوتا ہے...... **حجاج:** سعید کے سامنے قیمتی ہیرے جواہرات پیش کرو...... **حضرت سعید:** اگر یہ مال تو نے اس لئے جمع کیا ہے کہ قیامت کی سختیوں اور آخرت کے عذاب سے تمہاری حفاظت کرے گا تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ورنہ یاد رکھ کہ قیامت کی سختی ایسی ہوگی کہ اس کی دہشت کی وجہ سے ماں اپنے شیر خوار بچے تک سے غافل ہو جائے گی۔ اور یہ بات سمجھ لو کہ حلال اور پاک مال کے علاوہ دنیا کے کسی مال میں خیر نہیں...... **حجاج:** یہ سن کر لاپروائی سے گانے بجانے میں مشغول ہو گیا...... **حضرت سعید:** گانے بجانے کی آواز سن کر رونے لگے...... **حجاج:** یہ کیا حرکت ہے تفریح کے موقع پر رونے کی کیا ضرورت ہے...... **حضرت سعید:** باجے کی آواز نے مجھے قیامت کے دن پھونکا جانے والا صور یاد دلا دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مجھے اس کا بھی دکھ ہو رہا ہے کہ یہ گانے بجانے کے آلات تمہارے لئے وبالِ جان ہیں...... **حجاج:** سعید تم پر ہلاکت ہو یہ کیا بے باکی ہے؟...... **حضرت سعید:** جس کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے چھڑایا ہو اور جنت میں داخل کیا ہو اس کے لئے ہلاکت کہاں...... **حجاج:** (انتہائی غصہ کے عالم میں) سعید معلوم ہوتا ہے تم اپنی زندگی سے بے زار ہو چکے ہو۔ اس لئے اب تم خود ہی بتاؤ تمہیں کس طرح قتل کیا جائے...... **حضرت سعید:** جس طرح تمہاری مرضی ہو تم اسی طرح مجھے قتل کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے اسی طرح قتل کرے گا جس طرح تم مجھے قتل کرو گے...... **حجاج:** کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معاف کر دیا جائے...... **حضرت سعید:** اگر تم معاف کرو گے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا (تمہارا کوئی احسان نہ ہوگا)...... **حجاج:** (سپاہیوں کی طرف سے مخاطب ہو کر) اس کو لے جا کر قتل کر دو...... **حضرت سعید:** (ہنستے ہوئے کھڑے ہو کر) بہت اچھا...... سپاہی:۔ حضور یہ گستاخ مجرم آپ کے حکم پر ہنستا ہے...... **حجاج:** (حضرت سعید کو واپس بلا کر) تم کس بات پر ہنستے ہو...... **حضرت سعید:** مجھے اس بات پر ہنسی آئی کہ تو اللہ تعالیٰ پر کتنی جرات کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کتنی بردباری کرتا ہے...... **حجاج:** اس کو ہمارے سامنے قتل کر دو...... **حضرت سعید:** نہایت اطمینان سے (گویا سونے کے لئے بستر پر لیٹے ہیں) قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ کر فرمایا اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَااَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ترجمہ: میں یک سو ہوکر اپنا رخ اس (ذات) کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں (سورہ انعام آیت نمبر ۸۰)......**حجاج:** (سعید کو قبلہ کی طرف منہ کرنے کی وجہ سے خوشی دیکھ کر) اس کا منہ قبلہ کی طرف سے پھیر دو......**حضرت سعید:** (ان باتوں سے کہاں متاثر ہونے والے تھے) جس کروٹ لٹایا لیٹ گئے اور یہ آیت زبان پر اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ترجمہ: تم لوگ جس طرف بھی منہ کرو ادھر اللہ تعالیٰ کا رخ ہے (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۵)......**حجاج:** حضرت (سعید کو زیادہ خوش دیکھ کر) اس کو اوندھا کر دو......**حضرت سعید:** اس پر بھی خوشی کے ساتھ راضی ہیں اور یہ آیت زبان پر ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ترجمہ: ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے اور پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے (سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۵۵) ......**حجاج:** (اللہ تعالیٰ کے اس سچے ولی کی کرامت اور استقامت دیکھ بھی رہا ہے لیکن اپنی ضد نہیں چھوڑتا) اور اسی حالت میں ذبح کا حکم دیتا ہے......**حضرت سعید:** کلمہ شہادت پڑھ کر اے حجاج میرا یہ آخری کلمہ محفوظ رکھ یہاں تک ہم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں......**حجاج:** اس گستاخ کو زیادہ بولنے کی فرصت نہ دو......بے رحم جلاد آگے بڑھا اور مقدس سر کو بدن سے جدا کر دیا...... یہ واقعہ شعبان ۹۴ ہجری میں پیش آیا

عجیب کرامت: حضرت سعید کے جسم سے عام قتل ہونے والوں سے بہت زیادہ خون نکلا تھا۔حجاج نے حکیموں کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا، تو حکیموں نے جواب دیا۔موت کے خوف سے باقی مقتولین کا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا تھا اور سعید بن جبیر کے نزدیک موت کا خوف کوئی چیز تھی ہی نہیں۔بلکہ ان کے نزدیک خدا کی راہ میں جان دینا ایک عظیم مقصد تھا۔اس لئے ان کا خون خشک نہیں ہوا۔

دعا کی قبولیت اور حجاج کا انجام: حضرت سعید نے آخری وقت میں دعا مانگی تھی ''اَللّٰهُمَّ لَا تُسَلِّطْهُ عَلٰى اَحَدٍ يَّقْتُلُهٗ بَعْدِىْ اے اللہ! میرے بعد اس کو کسی شخص کے قتل کرنے کا موقع نہ عطا فرما'' ان کی دعا بے اثر نہ رہی۔چنانچہ حضرت سعید کو قتل کرنے کے بعد حجاج ایک سخت مرض میں مبتلا ہوا۔جس کی بے چینی سے نہ دن کو آرام ملتا اور نہ رات کو نیند اور اگر کسی وقت ذرا آنکھ لگتی تو خواب میں دیکھتا کہ حضرت سعید اس کا دامن پکڑ کر کھینچ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''او خدا کے دشمن تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے''......حجاج: یہ خواب دیکھ کر پریشان ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے اور بار بار کہتا ''مجھے سعید سے کیا واسطہ'' بالآخر اسی اضطراب

اور بے چینی کی حالت میں سعید بن جبیر کی شہادت کے ایک ماہ بعد یہ بھی دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور اسی دوران اس نے کسی کو قتل نہیں کیا۔

یوں دنیا حجاج کے مظالم سے پاک ہوئی یہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ حجاج کا انجام کیا ہوا؟ لیکن حجاج کی موت کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا'' اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مقتول کے بدلے مجھے ایک مرتبہ قتل کیا اور سعید بن جبیر کے بدلہ میں ستر (۷۰) مرتبہ قتل کیا۔ واللہ اعلم (سیر الصحابہ۔ دو شہید از مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بتغیر)

ٹوتھ برش اور مسواک

مسواک کا استعمال عورتوں، مردوں سب کے لئے سنت ہے، احادیث میں مسواک کی بہت تاکید آئی ہے، اس کی اہمیت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ اس کی عادت بنالینے سے مرتے وقت کلمہ نصیب ہونے اور ایمان پر خاتمہ کی بشارت ہے۔ مگر مسواک کے استعمال سے آج کل امت میں بڑی غفلت اور کوتاہی پائی جاتی ہے، خاص طور پر خواتین نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ شاید مسواک کی سنت کا حکم ان کے لئے نہیں ہے صرف مرد حضرات کے لئے مخصوص ہے حالانکہ ایسی کوئی بھی بات نہیں۔ مسواک کا حکم مردوں اور عورتوں کے لئے برابر ہے...... اس موقع پر کثرت سے یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ آج کل ٹوتھ برش، اور مختلف قسم کے پیسٹ اور منجن وغیرہ جو چلے ہوئے ہیں کیا ان کے استعمال کرنے سے مسواک کی سنت ادا ہوجائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسواک کا مقصد اگرچہ دانتوں اور منہ کی صفائی حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد برش، منجن وغیرہ سے بھی حاصل ہوجائے تو صفائی کی سنت تو ادا ہوجاتی ہے، لیکن سنت کے مطابق مسواک استعمال کرنے کی جو سنت اور اس کے فضائل وفوائد ہیں وہ حاصل نہیں ہوتے، لہٰذا کامل سنت اور پورے فوائد اور فضائل حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ سنت کے مطابق (زیتون، پیلو یا نیم وغیرہ کی لکڑی کی) مسواک کم از کم ہر وضو کے ساتھ استعمال کی جائے، پھر مزید براں صبح و شام الگ سے برش وغیرہ سے بھی صفائی حاصل کرلی جایا کرے تو دونوں چیزوں پر عمل ہوجائے گا۔ اور مسواک کے جو فوائد ہیں (اور وہ برش منجن وغیرہ میں نہیں پائے جاتے) وہ بھی حاصل ہوجائیں گے (مأخذہ درس ترمذی ج ۱)

پیارے بچو! ابوریحان

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

بیٹا جھوٹ مت بولنا

صدیوں پہلے کی بات ہے کہ ایران کے صوبہ ''جیلان'' میں پانچویں صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی میں ایک بچہ پیدا ہوا، اور شروع ہی سے گھر میں دینی اور علمی ماحول ہونے کی وجہ سے کم عمری کے اندر ہی دیکھتے ہی دیکھتے عقلمندی، ہونہاری اور دینداری میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا......ابھی مشکل سے اس بچے کی عمر چودہ سال ہوگی کہ اس کی ماں نے اونچے درجہ کی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایک قافلہ کے ساتھ عراق کے مشہور شہر بغداد روانہ کیا...... یہ وہ زمانہ تھا جب ریلیں، بسیں اور جہاز وغیرہ ایجاد نہیں ہوئے تھے......اور مسافر قافلوں کی شکل میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا کرتے تھے......ماں نے اپنے بیٹے کے سفر، خرچ اور دوسری ضروریات کے لئے چالیس اشرفیاں اس بیٹے کی شیروانی کے اندر والے کپڑے میں سی دیں۔ تاکہ کسی کو نظر نہ آئیں اور حفاظت رہے......اس دور میں پیسوں کے بجائے سونے کی اشرفیاں چلا کرتی تھیں......اتفاق ایسا ہوا کہ راستہ میں ایک جگہ قافلہ ٹھہرا، اور اس پر ڈاکوؤں نے اچانک زوردار حملہ کر کے لوٹ مار شروع کردی اور جس کے پاس سے جو کچھ ملا وہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ پورے قافلہ میں خوف وہراس پھیلا ہوا تھا اور ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ مگر یہ لڑکا ایک طرف بالکل اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا......اچانک کچھ ڈاکو اس لڑکے کی طرف بھی بڑھے اور بولے تمہارے پاس کیا ہے......لڑکے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا......میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں......ڈاکوؤں کو لڑکے کی اس بات پر حیرت ہوئی اور یقین نہ آیا......یقین بھی کیسے آسکتا تھا آخر یہ مال بھی تو اس وقت بہت بڑی قیمت رکھتا تھا اور ظاہر میں کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا......ڈاکوؤں نے سمجھا کہ یہ لڑکا جھوٹ بول رہا ہے یا مذاق کر رہا ہے اور آپس میں مشورہ کر کے اس لڑکے کو اپنے بڑے سردار اور بوس کے پاس لے جانے کا فیصلہ کیا......لڑکے کے چہرہ پر گھبراہٹ بالکل نہیں تھی......ڈاکوؤں نے لڑکے کو اپنے سردار کے سامنے پیش کر کے واقعہ سنایا......سردار کرخ دار لہجے میں بولا......سچ سچ بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟......

Idara Ghufran

لڑکے نے بڑے اطمینان سے جواب دیا ...... چالیس اشرفیاں ہیں ...... سردار حیرانگی کی حالت میں بولا! ...... اچھا دکھاؤ کہاں ہیں؟ ...... لڑکے نے فوراً اپنی شیروانی کا اندر والا کپڑا ادھیڑا اور ساری اشرفیاں سامنے رکھ دیں ...... یہ منظر دیکھ کر سارے ڈاکو حیران تھے اور پریشان ہوکر سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ...... ڈاکوؤں کے سردار نے تعجب اور حیرانگی کی عالم میں پوچھا ...... ہمارے خیال میں تم ایک معمولی سے لڑکے ہو ...... ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اتنا بڑا خزانہ تمہارے پاس ہوگا .... آخر تمہیں سچ مچ بتانے اور اشرفیاں سامنے رکھنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ ...... لڑکا بڑے اطمینان کے لہجے میں ...... میں دین کا علم حاصل کرنے کے لئے بغداد شہر جا رہا ہوں ...... اور میری ماں نے گھر سے رخصت کرتے وقت یہ نصیحت کی تھی کہ ''بیٹا جھوٹ مت بولنا ...... چاہے کچھ بھی ہو جائے ہمیشہ سچ بولنا .... سچ میں خیر ہوتی ہے اور جھوٹ میں خیر نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوتے ہیں ...... میری ماں کی نصیحت نے مجھے سچ بولنے پر مجبور کیا ...... لڑکے کی یہ نصیحت سن کر ڈاکوؤں کے دل پر ایک چوٹ لگی اور فوراً چوری ڈکیتی اور اپنی تمام شرارتوں سے توبہ کی اور ہمیشہ کے ئے نیک اور شریف انسان بن گئے ...... یہ لڑکا سچ بولنے کی بدولت بڑا ہوکر ''شیخ عبدالقادر جیلانی'' کے نام سے مشہور ہوا۔ پوری دنیا میں اس کا روحانی اور علمی فیض پہنچا۔ اور لاکھوں انسانوں کی اصلاح اور ہدایت کا ذریعہ بن کر رہتی دنیا تک اپنے نام کو زندہ وتابندہ کر گیا۔

پیارے بچو! سچ ایسی نعمت ہے کہ اس کی بدولت کتنی برکتیں آتی ہیں اور پریشانیوں سے نجات ملتی ہے اور عزت بھی بڑھتی ہے ...... آج سے تم بھی عہد کرلو کہ آئندہ ہمیشہ سچ بولیں گے ...... پھر دیکھنا کیسی عزت ملے گی اور سب لوگ تمہیں اچھا کہیں گے۔ یاد رکھو دنیا میں اگر بڑا اور شریف بننا چاہتے ہو تو سچ کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر لازم کرلو۔ دنیا کے علاوہ قبر اور آخرت میں بھی پھر دیکھو کیسی کیسی نعمتیں اور راحتیں ملیں گی اور قدم قدم پر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ سچا بچہ ...... بنتا ہے اچھا

﴿...... قارئین کرام ......﴾

اس دینی رسالہ کو خود پڑھ کر دوسروں تک بھی پہنچائیں اور بے ادبی سے بچائیں نیز رسالہ کے سلسلہ میں ہمیں اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں۔

بزم خواتین ابوسلمہ

عدت سے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ

شریعت کی طرف سے عورتوں کے حق میں دو قسم کی عدتیں واجب کی گئی ہیں، ایک طلاق کی عدت۔ دوسری شوہر کی وفات کی عدت۔ جن کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

جس عورت کو اس کے شوہر نے (صحبت ہونے یا تنہائی میں ایک دوسرے سے ملنے کے بعد) طلاق دے دی ہو تو اس پر عدت لازم ہے، اور اس عورت کی عدت تین ماہواریوں (حیض) کا آنا ہے یعنی طلاق کے بعد جب تین دفعہ مکمل ماہواریاں آکر ختم ہو جائیں تو عدت پوری ہوگی۔

البتہ اگر کسی عورت کو ماہواری نہ آتی ہو تو اس کی وجہ دیکھی جائے گی اگر وجہ یہ ہے کہ عورت حمل کی حالت میں ہے تو ایسی عورت کی عدت تب ختم ہوگی جب ولادت سے فراغت ہو جائے گی، پھر یہ فراغت خواہ طلاق کے فوراً بعد ہو جائے یا اس میں تین مہینے سے کم یا اس سے بھی زیادہ کا عرصہ لگ جائے اس کی عدت ولادت پر ہی ختم ہوگی۔ اور اگر کسی عورت کو ماہواری زیادہ عمر ہو جانے کی وجہ سے آنا بند ہوگئی ہو یا بیماری کی وجہ سے نہ آتی ہو تو اس کے حق میں پورے تین ماہ تین ماہواریوں کے قائم مقام ہیں یعنی طلاق کے بعد سے جب پورے تین مہینے کا عرصہ گزر جائے گا تو عدت پوری ہو جائے گی۔ بعض عورتیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ طلاق کی عدت چار مہینے دس دن ہوتی ہے یہ غلط ہے۔ اسی طرح جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس پر بھی عدت لازم ہے البتہ شوہر کی وفات کی عدت ماہواریوں کے بجائے چار مہینے دس دن کے عرصہ پر مشتمل ہے یعنی شوہر کے فوت ہونے سے شروع ہو کر چار مہینے دس دن کا عرصہ گزرنے پر عدت پوری ہو جائے گی۔ لیکن شوہر کے فوت ہونے کے وقت اگر عورت حمل کی حالت میں ہو تو اس عورت کی عدت بھی ولادت پر پوری ہوگی خواہ یہ ولادت شوہر کے فوت ہونے کے فوراً بعد ہو جائے یا اس میں چار مہینے دس دن سے زیادہ کا عرصہ لگ جائے۔ بعض عورتیں شوہر کی وفات کی عدت تو گزارتی ہیں لیکن طلاق کی عدت نہیں گزارتیں بلکہ طلاق کی عدت کا علم ہی نہیں کہ یہ بھی کوئی چیز ہے اور طلاق ہونے کے بعد اسی طرح گھومتی پھرتی رہتی ہیں اور اپنے تمام معمولات جاری رکھتی ہیں یہ بہت سنگین غلطی ہے۔

طلاق کی عدت طلاق واقع ہونے کے فوراً بعد اور شوہر کی وفات کی عدت شوہر کے فوت ہونے کے فوراً بعد

شروع ہوجاتی ہے۔خواہ میاں بیوی میں مدتِ دراز سے نکاح قائم ہوتے ہوئے علیحدگی رہی ہو،مگر عدت بہرحال لازم ہوگی۔جو عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر طلاق یا شوہر کی وفات کے وقت میاں بیوی ایک دوسرے سے دور ہوں اور حق زوجیت کافی عرصہ سے ادا نہ کئے ہوں یعنی عدت کے زمانہ میں جتنا عرصہ لگتا ہے اتنا عرصہ پہلے ہی گزر چکا ہوتو عورت کو عدت کی ضرورت نہیں ہوتی یہ سراسر غلط ہے۔اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ عدت اس عورت پر بھی لازم ہوتی ہے کیونکہ یہ بتایا جاچکا ہے کہ عدت کا آغاز طلاق یا شوہر کے فوت ہونے سے ہوتا ہے نہ کہ آخری مرتبہ حقِ زوجیت کی ادائیگی کے بعد سے اور وہ خاص عرصہ تک جاری رہتی ہے جس کی تفصیل پیچھے گزر چکی۔یہی وجہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر پہلے فوت ہوچکا ہو یا طلاق پہلے دی جاچکی ہو اور عورت کو بعد میں شوہر کی وفات یا طلاق کا پتہ چلا ہو تو جتنا عرصہ لاعلمی اور عدت کی پابندیوں کے بغیر گزر گیا اس کو دوبارہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر عدت کا پورا عرصہ گزر جانے کے بعد طلاق یا شوہر کی وفات کا علم ہوا یا عدت کے مسائل کا ہی بعد میں علم ہوا تو اس صورت میں عدت شروع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔کیونکہ عدت خاص زمانے میں ہوا کرتی ہے اس کے بعد نہیں اور وہ زمانہ گزر چکا اور ختم ہوچکا،البتہ عدت کے مسائل معلوم نہ کرنے اور جہالت میں مبتلا ہونے کا جو گناہ ہوا اس سے توبہ واستغفار کی ضرورت ہوگی اسی سے ان خواتین کی غلط فہمی بھی معلوم ہوگئی جو یہ سمجھتی ہیں کہ اگر عدت کی پابندیوں میں سے کسی چیز کی خلاف ورزی کرلی جائے مثلاً یہ کہ عورت بلاضرورت گھر سے باہر نکل جائے یا بناؤ سنگھار وغیرہ کرے تو اس کو از سرنو عدت شروع کرنا ضروری ہے اس صورت میں شرعاً دوبارہ عدت شروع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ عدت اس قسم کی خلاف ورزیوں سے ٹوٹا نہیں کرتی بلکہ وہ بدستور جاری رہتی ہے عدت کی پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے سے گناہ ضرور ہوتا ہے۔

جہاں تک عدت کی پابندیوں کا تعلق ہے کہ وہ کیا کیا چیزیں ہیں جن کی عورت کو عدت کے زمانے میں پابندی کرنی پڑتی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا،اسی طرح عدت کے زمانے میں عورت کو اپنے تک اسی گھر میں رہنا ضروری ہوتا ہے جس گھر میں وہ شوہر کے ساتھ رہ رہی تھی،بلاسخت مجبوری کے اسے اس گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہوتا خواہ کوئی خوشی کا موقع ہو(مثلاً نکاح،ولیمہ وغیرہ)یا غمی کا موقع ہو(مثلاً فوتگی وغیرہ)جو عورتیں ذرا ذرا سی بات پر عدت کے دوران گھر سے باہر نکل جاتی ہیں ایسا کرنا جائز نہیں،بہت سی خواتین شوہر کے فوت

ہوتے ہی یا طلاق ملتے ہی اپنے میکے چلی جاتی ہیں اور شوہر کے کفن دفن اور مروجہ رسم ورواج سے فارغ ہونے تک عدت کی پابندیوں کی طرف توجہ نہیں کرتیں، چہرہ دیکھنے میت لینے کے لئے گھر سے نکل جاتی ہیں جو کہ جائز نہیں اسی طرح بعض عورتوں کا جو خیال ہے کہ شوہر کی وفات کی عدت کے دوران عورت کو صبح سے شام تک گھر سے باہر رہنا جائز ہوتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ بھی اتنا عام نہیں۔ البتہ خاص مجبوری کے احکام الگ ہوا کرتے ہیں ان کے بارے میں صورتِ حال واضح کر کے مستند علماء سے مسئلہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔

عدت کے زمانے میں خاص قسم کا پردہ عورت کے ذمہ لازم نہیں ہوتا اور گھر میں رہنے کا مقصد بھی پردہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ گھر میں ٹھہرنا عدت کی پابندیوں میں سے ایک پابندی ہے۔ پردہ تو ساری زندگی کا عمل ہے، جن افراد سے پردہ کرنا عدت سے پہلے ضروری ہے ان ہی سے پردہ کرنا عدت کے دوران بھی ضروری ہے یہ نہیں کہ عدت سے پہلے اور بعد میں تو بے پردہ پھرتی رہیں اور صرف عدت کے زمانہ میں پردہ کی پابندی کرلیں ، بعض عورتیں عدت کے زمانے میں پردہ کا کوئی خاص تصور سمجھتی ہیں اور اسی وجہ سے بعض نادان عورتیں خاص محرموں سے بھی پردہ کرتی ہیں بلکہ ایک کمرے میں اس طرح بیٹھ جاتی ہیں جس طرح اعتکاف کی حالت میں بیٹھا جاتا ہے یہ سراسر جہالت کی بات ہے۔ عورت کو عدت کے زمانے میں پردہ کا نہ کوئی خاص طریقہ ہے اور نہ ہی خاص افراد ہیں جن سے صرف عدت میں پردہ کرنا پڑتا ہو بلکہ نامحرم مردوں سے ہر حال میں پردہ ہے اور محرموں سے کسی حال میں پردہ نہیں ہے۔

عدت کے زمانے میں عورت پر سوگ کرنا بھی واجب ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ...... جس عورت کو اس کے شوہر نے طلاقِ بائن (ایسی طلاق جس میں نکاح ختم ہوجاتا ہے) دیدی ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے (جس عورت نے مرد سے شرعی خلع حاصل کیا ہو یا جس عورت کا نکاح شرعی اصولوں کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے)...... اور جس عورت کا شوہر فوت ہوگیا ہو اس پر بھی عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے اور شرعی سوگ کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اتنے عرصہ میں ایسے کپڑے نہ پہنے اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے مردوں کو کشش اور میلان ہوتا ہو۔ خوشبو، سرمہ، مہندی اور دوسری زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کی چیزیں چھوڑ دے اس کے علاوہ اپنی طرف سے سوگ کے طریقے اختیار کرنا جائز نہیں۔

بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ عدت شروع ہونے کے بعد اگر کوئی زیور پہنا جائے تو وہ منع ہے لیکن جو زیور

عدت شروع ہونے سے پہلے پہنا ہوا ہے وہ پہنے رکھنا صحیح ہوتا ہے یہ بھی غلط ہے، زیور خواہ پہلے سے پہنا ہوا ہو یا اب پہنا جائے دونوں منع ہیں۔

جب عدت کا زمانہ ختم ہوجائے تو عدت خود بخود ختم ہوجاتی ہے اس کے لئے کسی خاص عمل کی ضرورت نہیں، بعض عورتیں عدت ختم ہونے والے دن گھر سے باہر نکلنا ضروری سمجھتی ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ اگر باہر نہ نکلا جائے تو عدت ختم ہی نہیں ہوتی، یہ بھی غلط ہے، عدت خود بخود وقت ختم ہونے پر ختم ہوجاتی ہے ہاں گھر سے باہر نہ نکلنے کی جو پابندی تھی وہ ختم ہوجاتی ہے، اس لئے عدت ختم ہونے والے دن باہر نکلنے کو ضروری سمجھنا غلط ہے گھر میں رہتے ہوئے ہی عدت پوری کرلینی چاہئے البتہ اگر کہیں جانے کی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے۔ بعض گھرانوں میں عورت کی عدت ختم ہونے کے موقع پر خاص تقریب اور اجتماع کا اہتمام کیا جاتا ہے اور کھانے کا بھی انتظام ہوتا ہے اس قسم کی تمام چیزیں خلافِ شریعت اور فضول رسمیں ہیں اور ان سے بچنا ضروری ہے۔

......عورتوں کا نامحرم مردوں سے مصافحہ کرنا ......

جو مرد و عورت آپس میں نامحرم ہوں ان کا جس طرح ایک دوسرے سے پردہ ہے اسی طرح ایک دوسرے کے جسم کو ہاتھ لگانا بھی منع ہے حضور ﷺ جب خواتین کو بیعت فرماتے تو ان کے ہاتھ بھی نہیں چھوتے تھے (بخاری) بعض موقعوں پر خواتین نے بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لینے کی درخواست کی تو آپ نے جواب میں فرمایا "اِنِّی لَا اُصَافِحُ النِّسَآءَ" یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا (موطا مالک)......ایک حدیث میں ہے کہ کسی کے سر میں لوہے کی سوئی سے نیزہ مارا جانا بہتر ہے نامحرم کو ہاتھ لگانے سے (طبرانی)......ایک طرف تو پوری امت کے روحانی باپ حضور ﷺ کا عمل اور اتنے سخت عذاب کی وعید ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف موجودہ معاشرہ کا جائزہ لیجئے کہ نامحرم مردوں اور عورتوں کے آپس میں مصافحہ کا رواج بڑھ رہا ہے۔ خاص طور پر جو خواتین وحضرات اپنے آپ کو ماڈرن کہلاتے ہیں ان کا طرز عمل غیروں کی تہذیب کو اختیار کرنے کی وجہ سے بہت خطرناک ہے جب کسی موقع پر نامحرم مردوں اور عورتوں کی میل ملاقات ہوتی ہے تو آپس میں مصافحہ کرتے ہیں اور پھر اس کو اسلامی طریقہ خیال کرتے اور اس کو کمال اور فخر سمجھتے ہیں اور جو اس پر عمل نہ کرے اسے معیوب اور خشک مزاج سمجھا جاتا ہے، اس قسم کے خیالات ونظریات سراسر غیر اسلامی ہیں جن سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل مفتی محمد رضوان

علمی، تحقیقی مسائل پر مشتمل سلسلہ

پرائز بانڈ (Prize Bond) کا شرعی حکم

آج کل پرائز بانڈ بہت زیادہ عام ہیں اور وقتاً فوقتاً ان کے بارے میں مختلف سوالات اور شبہات پیش کئے جاتے رہتے ہیں اس لئے اس موضوع پر مفتی محمد رضوان صاحب کا تفصیلی مدلل اور عام فہم مضمون نقل کیا جا رہا ہے......(ادارہ)

پرائز بانڈ (Prize Bond) آج ہمارے معاشرے میں اتنی تیزی سے پھیل گئے ہیں کہ جسے دیکھو وہی ''سونے کی چڑیا'' سمجھ کر ان کی زد میں آیا ہوا نظر آتا ہے، خاص طور پر جن لوگوں کے پاس چار پیسے جمع ہوجاتے ہیں ان کی ہتھیلیوں میں فوراً پرائز بانڈ حاصل کرنے کی خارش شروع ہوجاتی ہے......کہیں چوری ڈکیتی کی واردات ہوجائے تو یہی سننے میں آتا ہے کہ لاکھوں کے پرائز بانڈ لوٹ لئے یا چوری کر لئے گئے ...... پرائز بانڈ کی قرعہ اندازی کی تاریخیں جوں جوں قریب آنا شروع ہوتی ہیں تو پرائز بانڈوں کی خرید وفروخت میں تیزی آجاتی ہے......اور اصل قیمت سے زیادہ پر ان کی خرید وفروخت ہونے لگتی ہے ......جس کی بنیادی وجہ قرعہ اندازی میں نمبر نکل آنے کی صورت میں بھاری بھر کم اضافی رقم حاصل ہونے کی امید وتوقع اور حرص وطمع ہوتی ہے اگرچہ بعد میں چڑیا کا بچہ بھی برآمد نہ ہو مگر حرص وہوس کا عالم یہ ہے کہ ہر ایک کو راتوں رات کروڑ پتی اور لکھ پتی بننے کے دن ہی میں خواب نظر آنے لگتے ہیں، جس طرح سے بلی کو خواب میں چھیچھڑے نظر آتے ہیں اسی طرح ان لوگوں پر رات ودن نمبر نکلنے کی دھن اور فکر سوار رہتی ہے......جتنی تعداد میں پرائز بانڈ کا اجراء ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں نمبر نکلنے کی تعداد بہت تھوڑی اور آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے......بس فرق اتنا ہوتا ہے کہ جس کسی کا نمبر نکل آئے اس کے حق میں یہ مقدار بہت گرانقدر حیثیت کی حامل ہوتی ہے......جب قرعہ اندازی کا اعلان ہوتا ہے تو لوگوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں اور بغیر کچھ کئے کرائے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے بٹھائے امیر بننے کی فکر اندر ہی اندر گھٹن اور کڑھن پیدا کرتی رہتی ہے اور جب نمبر نکلنے سے محرومی ہوجاتی ہے تو طبیعت بجھ جاتی اور بھوک اڑ جاتی ہے (جیسا کہ جواری اور سٹاریوں کی حالت ہوتی ہے)...... پرائز بانڈ کا نمبر نکل آنے کی صورت

میں جو اضافی رقم ملتی ہے اس کو انعام کا نام دیا جاتا ہے اور اس کو انعام ہی تصور کیا جاتا ہے، لیکن شرعی بلکہ عقلی اعتبار سے بھی یہ انعام کے مفہوم میں کسی طرح شامل و داخل نہیں، اور نہ صرف یہ کہ یہ واضح طور پر سود اور حرام ہے بلکہ اس میں جوئے کی مشابہت بھی پائی جاتی ہے (جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا) فرق صرف اتنا ہے کہ پرائز بانڈ پر نئی تہذیب کا خول اور لیبل چڑھا ہوا ہے، یاد رکھئے اگر کوئی زہر کو تریاق کا نام دے دے تو وہ ہرگز تریاق نہیں بن جاتا بلکہ زہر ہی رہتا ہے۔ شریعت کا حکم کسی چیز کی صرف ظاہری شکل وصورت اور نام پر نہیں لگتا بلکہ اس کی حقیقت پر لگتا ہے...... اگر شراب کو بوتلوں میں بند کرکے کسی دوسرے لیبل کے ساتھ پیش کیا جائے تو اس سے اس کے شراب اور نشہ آور ہونے پر کوئی فرق واثر نہیں پڑتا بلکہ وہ شراب ہی رہتی ہے...... چودہ سو سال پہلے حضور ﷺ نے دنیا کو یہ پیشین گوئی سنادی تھی کہ ''قیامت کے قریب شراب کو شربت کا نام، سود کو تجارت کا نام اور رشوت کو تحفہ اور ہدیہ کا نام دے کر استعمال کیا جائے گا'' (ملاحظہ ہو کنز العمال حدیث نمبر ۳۸۴۹۷)...... یہ پیشین گوئی آج پرائز بانڈ وغیرہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے...... چنانچہ پرائز بانڈ پر ملنے والی اضافی رقم کو طرح طرح کے نام دے کر اور مختلف تاویلات کرکے حلال اور جائز قرار دینے کی کوشش کی جارہی ہے...... ایک حلقہ کا خیال ہے کہ یہ تو باہمی رضامندی کا سودا ہے کسی سے زور زبردستی کرکے ناجائز طریقہ پر مال حاصل نہیں کیا جاتا، پرائز بانڈ جاری کرنے والا ادارہ یا حکومت اپنی رضامندی سے یہ اضافی رقم دیتی ہے اور ''اللہ دے، بندہ لے'' والی بات ہے، اس میں کسی تیسرے شخص یا کسی ملا مولوی کی دخل اندازی کا کیا مطلب ''میاں بیوی راضی، کیا کرے گا ملا قاضی''...... لیکن اس حلقہ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ کسی چیز کے حلال وجائز ہونے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں کہ اس میں فریقین کی باہمی رضامندی پائی جاتی ہو بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ معاملہ شریعت کے مطابق بھی ہو، ورنہ اس بنیاد پر تو بہت سی حرام وناجائز چیزوں کا بھی حرام ہونا برقرار نہیں رہے گا، چنانچہ سب کو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے باہمی رضامندی کے باوجود زنا کرنا، سود کا لین دین کرنا حرام ہے، اگر میاں بیوی غلط اور ناجائز طریقہ پر اپنی خواہشات پوری کرنے پر راضی ہو جائیں تو کیا یہاں بھی ''میاں بیوی راضی، کیا کرے گا ملا قاضی'' والا اصول جاری کرکے حرام کام کو جائز کہا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ فریقین کی رضامندی کی وجہ سے یہ حرام چیزیں حلال نہیں ہو جاتیں ...... اب خود سوچ لیا جائے کہ پرائز بانڈ کی اضافی رقم کے حرام ہونے میں کیا کسی تیسرے شخص کا دخل ہے

اور کسی مولوی ملا کی مداخلت ہے؟ یا شریعت کی مداخلت ہے، اگر شریعت کی مداخلت ہے تو اس کو تو گوارا کرنا ہی پڑے گا خواہ کڑوی ہی کیوں نہ معلوم ہو کیونکہ ''کلمہ پڑھ کر'' اس مداخلت کا بوجھ تو خود پہلے سے اپنے کاندھوں پر اٹھالیا ہے؟ بعض لوگ اس بات کو ایک دوسرے پیرائے میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولویوں کو دراصل لوگوں کی ترقی اور خوشحالی سے چڑ ہے، ان کو لوگوں کی ترقی ایک نظر نہیں بھاتی اور یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ترقی نہ کریں بلکہ تنزلی اور ذلت کے غار ہی میں پڑے رہیں...... حالانکہ اہل حق علماء نے کبھی بھی جائز اور حلال ترقی سے منع نہیں کیا بلکہ ہمیشہ حلال اور جائز کھانے کمانے کی ترغیب ہی دی ہے، اب اگر کوئی اپنی شامت اعمال سے ناجائز اور حرام چیز کے حصول میں عزت اور ترقی سمجھ لے تو ظاہر ہے کہ اس کو ایسی ترقی سے منع کیا جائے گا اور بتلایا جائے گا کہ حرام اور ناجائز چیز کو اختیار و استعمال کرنے سے ہرگز ترقی نہیں ہوا کرتی اور یہ کبھی بھی عزت کا ذریعہ نہیں بنا کرتی بلکہ آخرت کی دائمی اور اصلی ذلت اور دوزخ کی گہری اور اندھیری وادی کی تنزلی اور پستی میں لے جانے کا ذریعہ بنا کرتی ہے۔ اگر کوئی بیماری کی وجہ سے کسی کے جسم پر چڑھ جانے والے ورم اور موٹاپے کو ترقی صحت مندی اور تندرستی خیال کرے تو اس کو حماقت اور بے وقوفی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے؟...... یاد رکھئے! علمائے حق کا تو امت پر یہ عظیم احسان ہے کہ وہ ایسی روحانی بیماری اور گناہ کو جسے صحت مندی اور حلال ہونا سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کا گناہ، حرام اور بیماری ہونا ظاہر کر دیتے، اور دنیا کی عارضی عزت اور آخرت کی دائمی ذلت اور جہنم کی پستی جسے ترقی اور خوش حالی یا عزت خیال کرلیا گیا ہے اس کا حقیقی ذلت اور تنزلی کا باعث ہونا بتا دیتے ہیں، بناتے نہیں ہیں اور ''بتانے'' اور ''بنانے'' میں ایک نقطہ کا فرق ہے جس کو نظرانداز کرنے سے یہ ساری خرابی پیدا ہوئی ہے...... بعض لوگوں کی طرف سے یہ تاویل بھی سامنے آتی ہے کہ پرائز بانڈ ایک جائز اور حلال کاروبار کی شکل ہے اور اس پر حاصل ہونے والا نفع ایسا ہی ہے جیسا کہ دنیا کی دوسری چیزوں کی تجارت اور خرید و فروخت کی شکل میں حاصل ہونے والا نفع، لہٰذا اس میں ناجائز ہونے والی کونسی بات ہے؟ مگر یاد رکھئے کہ یہ نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے اور یہ بالکل اسی طرح کا دھوکہ ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے مکہ کے مشرکین کو لگا تھا اور انہوں نے کہا تھا ''قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا (سورہ بقرہ)'' انہوں نے خرید و فروخت اور سود کو ایک جیسا قرار دیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب ارشاد فرمایا ''اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (سورہ بقرہ) مطلب یہ کہ تم تو دونوں چیزوں کو ایک جیسا سمجھ رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان

میں سے ایک چیز کو حلال اور دوسری چیز کو حرام قرار دیا ہے کیا مکہ کے مشرکین کی یہ تاویل دنیا و آخرت میں ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکی؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔ اسی طرح پرائز بانڈ کا معاملہ سمجھ لیجئے کہ پرائز بانڈ دراصل بذاتِ خود کوئی مال نہیں بلکہ اتنی مالیت کی سند اور دستاویز ہیں جو ان پر لکھی ہوئی ہے اور ان پر قرعہ اندازی سے ملنے والا اضافہ سود ہے...... اس قسم کی تاویلات کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کے ذہنوں سے پرائز بانڈ پر ملنے والی اضافی رقم کا حرام ہونا نکل چکا یا نکلتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ بینک کے سود کو حرام سمجھنے والے اور سادہ جوئے کو بُرا سمجھنے والے بھی اس مہذب اور خوب صورت لیبل لگے ہوئے سود اور جوئے کے منقش سانپ کے زہر سے محفوظ نہیں اور اس منقش سانپ کو اپنی آستین میں پال رہے ہیں، جس کا نمبر نکل آئے اسے معاشرے میں ''خوش نصیب'' سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ حرام مال اور سود حاصل کرنے والا خوش نصیب نہیں ہوا کرتا بلکہ بدنصیب ہوا کرتا ہے، اس کا خوش نصیبی یا خوش قسمتی سے کیا تعلق اور جوڑ ہے؟ اور اسی حلال سمجھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ پرائز بانڈ پر نمبر نکل آنے کی خود بھی دعائیں کی جاتی ہیں اور دوسروں سے بھی دعائیں کرائی جاتی ہیں اس کے لئے وظیفے معلوم کئے جاتے ہیں...... بعض اوقات نجومیوں اور ڈھونگی پیروں، فقیروں کی خدمات حاصل کر کے رہے سہے ایمان کو بھی خطرہ میں ڈال دیا جاتا ہے اور کمزور ایمان لوگوں کی نفسیات کو دیکھتے ہوئے اس سلسلہ میں سیریل نمبر سے متعلق مختلف قسم کے اشارات وکنایات پر مشتمل پیشین گوئیاں (فیکس پیپر وغیرہ کے نام سے) اپنی دکان چمکانے اور پیسے ہتھیانے کے لئے عام اور شائع کی جاتی ہیں...... مختلف قسم کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ نمبر نکل آنے کی صورت میں اتنی مقدار صدقہ وخیرات یا فلاں کار خیر میں خرچ کروں گا...... حرام چیز کے حاصل کرنے کرانے کی جستجو اور دعا کرنا کرانا اور اس غرض کے لئے وظیفے پڑھنا کتنی بڑی بدبختی کی بات ہے...... حرام کام کی منت ماننا بھی گناہ ہے، پرائز بانڈ کی اضافی رقم تو ویسے ہی گناہ تھی اس پر منت ماننے سے گناہ میں اضافہ ہی ہوگا کوئی کمی نہیں۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حرام مال کا صدقہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا بعض لوگ پرائز بانڈ فروخت ہونے والی دوکانوں پر ''هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّی'' چسپاں کر کے حرام چیز کو نعوذ باللہ رب کا فضل قرار دیتے ہیں، حرام چیز میں رب کا فضل کیسا؟ بعض لوگ بڑے زور شور سے یہ کہتے ہیں کہ جناب پرائز بانڈ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے آپ کی طرح کے بہت سے علماء پرائز بانڈ کو جائز کہتے ہیں اور آپ انہیں ناجائز کہتے ہیں ہم کہاں جائیں...... اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے

کیونکہ جو اہل حق علماء ہیں انہوں نے آج تک اس کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ ناجائز اور حرام ہی قرار دیا ہے، اور جن اختلاف کرنے والے افراد کو علما کے رنگ میں پیش کر کے سہارا حاصل کیا جاتا ہے وہ درحقیقت یا تو علماء ہیں ہی نہیں پروفیسر یا ڈاکٹر وغیرہ ہیں یا وہ اہلِ حق علما کی فہرست میں شامل ہی نہیں۔ تو جس طرح انجینیئروں کے متفق علیہ مسئلہ میں کسی موچی کا اختلاف کرنا اختلاف نہیں کہلاتا۔ اسی طرح نااہل علماء کے اختلاف کرنے سے کوئی حرام چیز حلال نہیں ہو جاتی۔ دوسرے بالفرض تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیا جائے کہ اختلاف کرنے والا کوئی اہلِ حق عالم ہے تب بھی اس کے اختلاف سے اصل مسئلہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ جب شریعت کے ٹھوس دلائل سے پرائز بانڈ کا ناجائز اور حرام ہونا ثابت ہے تو شریعت کے مقابلہ میں کسی عالم کی بات کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پھر کیا کبھی پرائز بانڈ کی اضافی رقم جو کہ سود ہے اس کو جائز کہنے والوں سے آپ نے دلیل کا مطالبہ کیا ہے؟ کہ جناب سود تو حرام ہے، یہ کب سے حلال ہو گیا؟ کیا سارے دلائل حرام کہنے والوں کے ہی ذمہ ہیں؟ اس دوغلی پالیسی سے واضح ہو رہا ہے کہ اصل مسئلہ نفس کے خلاف اور موافق ہونے کا ہے، جس کی طرف سے نفس کے موافق اور خواہش کے مطابق بات سامنے آئی وہ بلا دلیل قبول ہے اور خواہش کے خلاف ہونے پر دلیل کے باوجود بھی اطمینان نہیں۔

پرائز بانڈ پر اضافی ملنے والی رقم کے سود اور حرام ہونے پر متفق علیہ انٹرنیشنل سطح کا فیصلہ ملاحظہ فرما کر خود ہی اندازہ لگالیں کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے یا اتفاقی۔ جو اسلامی فقہ اکیڈمی کے اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۹۰ء کو ہوا۔ اسلامی فقہ اکیڈمی تقریباً تمام اسلامی ملکوں کے ایسے علماء پر مشتمل ہے جو اسلامی علوم بالخصوص دین کی سمجھ میں پوری مہارت رکھتے ہوں۔ اس طرح اس اکیڈمی کو پورے عالم اسلام میں اسلامی علوم اور فقہ کے ماہرین کی بڑی جماعت کی خدمات حاصل ہیں۔ اس اکیڈمی کے پاس مختلف اداروں، انجمنوں، اسلامی بینکوں اور غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کی طرف سے جو سوالات آتے ہیں وہ ان علماء و فقہاء اور ماہرین کے درمیان تقسیم کر دیئے جاتے ہیں جو ان کے متعلق تحقیقی اور تفصیلی مقالے (Thesises) لکھ کر اکیڈمی کو بھیجتے ہیں اسی طرح اکیڈمی بطورِ خود جدید دور کے پیش آمدہ مسائل پر تحقیقی مقالے لکھواتی ہے۔ اور پھر اجلاس کے دوران تمام ممبران کو وہ مقالے پیش کئے جاتے ہیں اور پھر تفصیلی غور و فکر اور تحقیق کے بعد اس بارے میں قرارداد منظور کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اکیڈمی میں منظور ہونے والی قراردادیں پوری دنیا میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اکیڈمی کے متفق علیہ فیصلہ کی

عبارت یہ ہے:

''پرائز بانڈ بھی حرام ہیں، اس لئے کہ وہ ایسا قرض ہے جس میں تمام قرض دینے والوں کے لئے یا ان میں سے لاعلی التعیین بعض کے لئے نفع یا زیادتی کی شرط ہوتی ہے، اس کے علاوہ اس میں ''قمار'' (یعنی جوے) کا شبہ بھی موجود ہے (قراردادیں اور سفارشات ص۱۵۲)

اب رہا یہ کہ پرائز بانڈ قرض کی سند کس حیثیت سے ہیں جبکہ لین، دین کے وقت کوئی زبانی کلامی قرض کا معاہدہ نہیں ہوتا بلکہ قرض کا کوئی نام بھی نہیں آتا۔اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو یہ سمجھ لیا جائے کہ شریعت کا حکم کسی چیز کی ظاہری شکل وصورت اور اس کے نام پر نہیں لگتا (جیسا کہ پیچھے گزر چکا) اسی لئے شریعت کا یہ ٹھوس اصول ہے کہ ''معاملات میں ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ حقیقت کا اعتبار ہوتا ہے'' انعامی بانڈ کے ساتھ جو انعام کا لفظ لگایا جاتا ہے یہ بھی برائے نام اور صرف ظاہری اعتبار سے ہے حقیقت میں یہ انعام کے مفہوم میں شامل نہیں بلکہ سود میں شامل ہے...... کیونکہ انعامی بانڈ کا لین دین کرنے والوں کی حیثیت شرعاً قرض دہندہ اور قرض خواہ کی ہے کہ پرائز بانڈ لینے والا اپنی رقم حکومت کو بطور قرض دیتا ہے اور حکومت پرائز بانڈ کی شکل میں اس قرض کی سند جاری کرتی ہے، پرائز بانڈ بذات خود کوئی مال نہیں بلکہ مال کی سند ہیں جیسا کہ کسی دور میں نوٹ مال کی حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ سونے چاندی کی سند اور رسید کی حیثیت رکھتے تھے اور ان پر درج شدہ مالیت سے زیادہ مقدار کے ساتھ سونے چاندی کی خرید وفروخت سود کا حکم رکھتی تھی، یہی حکم آج پرائز بانڈ کا ہے کہ پرائز بانڈ دراصل اس ادارہ یا حکومت کی طرف سے قرضوں کی سند اور وثیقہ ہے۔بانڈ کے معنٰی ہیں قرض کی سند اور بانڈ (Bond) انگریزی کا لفظ ہے جس کے معنٰی قرض کی سند اور وثیقہ کے ہیں، اب جب کسی نے انعامی بانڈ لیا تو اس نے اتنی رقم اور مالیت اس ادارہ یا حکومت کو قرض دے دی اور اس قرض کی اس ادارہ یا حکومت نے یہ سند جاری کردی جس پر نمبر پڑا ہوا ہے۔اب ایک تو اس رقم کو (اس ادارہ یا حکومت کی طرف سے) سودی کام میں لگایا جاتا ہے اور اس سے سودی قرضے جاری کئے جاتے ہیں اور سودی نفع اکھٹا کیا جاتا ہے۔ اس میں اول گناہ تو اپنی رقم کو ناجائز کام میں لگوانے اور استعمال کرانے کا ہوا۔دوسرے پھر اس حاصل شدہ نفع میں سے کچھ فیصد جو حکومت انعام کے نام سے مجموعی طور پر مقرر کرلیتی ہے (کہ مثلاً فلاں مقدار کے بانڈوں پر اتنی تعداد اور مقدار میں قرعہ اندازی سے) لوگوں میں تقسیم کردی جاتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ بینکوں کے دوسرے سودی اکاؤنٹ

میں سود کی اضافی رقم ہر ایک قرض دہندہ کو دی جاتی ہے اور یہاں مخصوص اضافی رقم سب کے بجائے قرعہ اندازی کے ذریعہ سے بعض قرض دہندوں پر تقسیم کردی جاتی ہے۔اب جو کچھ نفع ملا یہ اسی قرض کے عوض میں ملا اور اگر نفع نہ ملا تب بھی اصل سرمایہ محفوظ ہے جس طرح قرض محفوظ ہوا کرتا ہے اور شریعت ہی کا اصول ہے ''اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ'' کہ جو چیز معروف اور رائج ہو اس میں صاف شرط لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔اور ظاہر ہے کہ انعام دینا یہ حکومت کے ساتھ مجموعی اعتبار سے (اگرچہ ہر ایک کے اعتبار سے نہ سہی) شرط ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر حکومت قرعہ اندازی کر کے انعام کے نام سے رقم تقسیم نہ کرے تو ہر بانڈ ہولڈر کو جس کے پاس بانڈ ہے یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدالت کے ذریعہ سے رجوع کر کے قرعہ اندازی پر حکومت کو مجبور کرے...... کیونکہ پرائز بانڈز لینے سے مقصود قرعہ اندازی میں نام آنے پر اپنی رقم کے علاوہ ایک اضافی اور بھاری رقم حاصل کرنا ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر حکومت قرعہ اندازی کے ذریعہ سے انعام کے نام سے رقم دینا ختم کردے تو پرائز بانڈ کے لین دین کا سلسلہ بھی ختم ہوجائے،اور قرض پر زائد اور اضافی رقم کا لین دین سود ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبٰو (اخرجه البغوى ص ۳۳۹،الدرالمنثور ج ۵ ص ۲۳۵)واخرج البيهقى بهذا المعنى روايتين (ج ۵ ص ۳۵۰)

یعنی جس قرض سے نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔اللہ تعالیٰ نے سود پر اتنی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں فرمائی کہ سودی معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ کے برابر قرار دیا ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (سورہ بقرہ آیت ۲۷۹)

پرائز بانڈ پر ملنے والی اضافی رقم کا انعام ہونا عقلی معیار پر بھی پورا نہیں اترتا...... کیونکہ انعام تو کسی کارنامہ کے انجام دینے پر ملا کرتا ہے ......مگر یہاں صورت حال یہ ہے کہ ایک چور، ڈاکو، فاسق و فاجر بلکہ کافر اور ملک دشمن ،دہشت گرد تک قرعہ اندازی سے مستفید ہو کر اضافی رقم کا مستحق ہوجاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں نیک سیرت ، اچھے کردار کا مالک اور ملک و ملت کے لئے خدمات انجام دینے والا شخص محروم ہوجاتا ہے ......تو اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ انعام ملنے کا دارومدار کس چیز پر ٹھہرا۔غرضیکہ قرعہ اندازی کا دارومدار کسی کا کوئی کردار اور کارنامہ نہیں ہوتا بلکہ وہی اندھا کھاتہ ہے۔یہ تو ایک ذرا سا عقلی معاملہ ہے

ورنہ پرائز بانڈ پر اضافی رقم کے ناجائز وحرام ہونے کی بنیاد شرعی دلائل پر ہے...... پرائز بانڈ میں جوئے کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا طریقۂ کار جوئے کے طریقہ کار کی طرح ہے اور پرائز بانڈ پر ملنے والی اضافی رقم میں جوئے کی روح موجود ہے کہ سود کو جوا کر کے ادا کیا جاتا ہے (انعام الباری شرح البخاری ج۶ص۱۴۵)

خدارا۔اپنے اوپر رحم کھایئے۔حرام نہ کھایئے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار حلال اور جائز منافع کے معاملات پیدا فرمائے ہیں تقدیر پر عقیدہ رکھیئے جو ملنا ہے مل کر رہے گا اسے حرام کر کے نہ کھایئے۔فقط۔واللہ اعلم۔

محمد رضوان۔یکم صفر۱۴۲۵ھ 23 مارچ 2004ء۔دارالافتاء:ادارہ غفران،راولپنڈی۔

زبان سے نماز کی نیت کرنے کا غلط طریقہ

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ زبان سے نماز کی نیت ادا کرنے کو ضروری خیال کرتے ہیں بلکہ زبان سے الفاظ کی ادائیگی کو ہی اصل نیت سمجھتے ہیں۔جبکہ شرعی اعتبار سے نیت دل کے ارادہ کا نام ہے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں اسی لئے اگر دل کی نیت اور زبان سے الفاظ کی ادائیگی میں فرق ہو جائے تو دل کی نیت کا اعتبار ہے اگر دل کی نیت غلط تھی اور زبان سے الفاظ صحیح ادا کر دیئے مثلاً عصر کی نماز پڑھنی تھی مگر زبان سے الفاظ ظہر کے نکل گئے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔

بے شک زبان سے الفاظ ادا کرنا جائز ہیں خصوصاً جبکہ مقصد بھی دل کی نیت میں تازگی اور اس کا استحضار کرنا ہو بشرطیکہ دل میں بھی نیت ہو اور عقیدہ بھی یہی ہو کہ نیت اصل میں دل کے ارادہ ہی کا نام ہے اور زبان سے الفاظ ادا کرنے کو ضروری بھی نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس میں اتنا مبالغہ اور غلو کیا جائے کہ لمبے چوڑے الفاظ زبان سے ادا کئے جائیں۔بعض اوقات اس جہالت کی وجہ سے تکبیر اولیٰ کہہ کر امام صاحب نماز بھی شروع کر دیتے ہیں لیکن ان لوگوں کی زبان کے الفاظ پورے نہیں ہوتے اور یہ لوگ مسجد میں پہلے سے آکر اور پہلی صف میں پہلے سے بیٹھے ہوئے ہو کر بھی اپنی جہالت کی وجہ سے تکبیر اولیٰ کے مکمل ثواب سے محروم رہتے ہیں بعض لوگوں کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ کئی مرتبہ الفاظ ادا کرتے ہیں اور اپنے وسوسوں کی وجہ سے بلند آواز سے نیت کر کے دوسروں کی نماز میں بھی خلل ڈالتے ہیں حالانکہ یہ پہلے بتلایا جا چکا کہ نیت کا اصل مرکز دل ہے وہاں نیت اور ارادہ ہو تو کافی ہے پھر گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

دستک میں موسیقی

اس وقت موسیقی کی لعنت جس تیزی سے پھیل رہی ہے اس کے پیش نظر قیامت کے قریب اور مختلف قسم کے عذاب نازل ہونے کے خطرات بڑھنا شروع ہوگئے ہیں...... پہلے تو موسیقی کی وبا صرف گانے بجانے کے آلات تک محدود تھی مگر اب کچھ عرصہ سے یہ وبا ہماری روزمرہ کی زندگی کے ان معمولات کا بھی حصہ بنتی جارہی ہے جن کا بظاہر گانے اور موسیقی کے آلات سے کوئی دور کا رشتہ اور جوڑ بھی معلوم نہیں ہوتا مثلاً گھروں میں دستک دینے والی گھنٹیاں، ٹیلی فون اور موبائیل سیٹ اور اوقات معلوم کرنے کی گھڑی گھنٹے ...... اگر آپ ذہن پر تھوڑا سا زور ڈال کر سوچیں تو ان چیزوں میں لگی ہوئی گھنٹیوں کا مقصد دستک دینا اور دوسرے کو متوجہ کرنا ہے مگر افسوس کہ جہلائے زمانہ کی طرف سے موسیقی کو روح کی شیطانی غذا بنا لینے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب اس کے بغیر توجہ بھی کام نہیں کرتی اور جب تک اپنی من پسند غذا دعوت نہ دے اس وقت تک لبیک کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ ہماری اس حالت پر یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے کہ ایک مرتبہ کسی جمعدار یعنی بھنگی پر بے ہوشی اور غنودگی کی کیفیت طاری ہوگئی تھی لوگوں نے ہر چند اس کو ہوش میں لانے کی کوششیں کیں، مگر تمام کوششیں رائیگاں۔ بالآخر ایک نبض شناس ماہر نے یہ رائے دی کہ یہ کیونکہ جمعدار ہے اور جمعدار کو پاخانے اور اس کی بدبو سے مناسبت ہوا کرتی ہے لہٰذا کسی طرح اس کو اس کی ہم جنس بو سونگھائی جائے جب اس جمعدار کی ناک میں پاخانہ کی بتی چڑھائی گئی تو اسے فوراً ہوش آ گیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یہی حال آج موسیقی کے پجاریوں کا ہے کہ جب تک موسیقی کا میٹھا زہریلا شیطانی ٹیکہ نہ لگایا جائے اس وقت تک اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے کے لئے تیار نہیں۔ موبائل سیٹ میں ایسی گھنٹی کا انتخاب کیا جاتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ نفس کو ابھارنے اور حرکت بڑھانے والی موسیقی ہو اور غضب یہ کہ موسیقی کے انداز میں پورے پورے گانے فیڈ (Feed) کردیئے گئے ہیں، پھر ستم بالائے ستم یہ کہ بعض موسیقی کے دلدادہ مسجد میں داخل ہوکر بھی اپنے موبائل اسی حالت پر برقرار رکھتے ہیں اور بعض

اوقات عین نماز پڑھتے ہوئے تمام نمازیوں کو روح کی شیطانی غذا ''موسیقی'' سے پوری طرح سیراب کرا کر ہی جان چھوڑتے ہیں۔ مسجدوں میں ایسی گھڑیاں نصب کردی گئی ہیں جو نماز کے اوقات کی اطلاع بھی موسیقی والی دستک کے ذریعے دیتی ہیں۔ اللہ کے خوف سے بے باکی اور نڈر ہونے کی اس سے بڑی اور کونسی مثال مِل سکتی ہے؟ اللہ کے گھر کو بھی جب شیطانی آواز اور زنا کے منتر سے پاک نہ رکھا جائے تو ہماری نمازوں میں کس قسم کا خشوع اور روحانیت باقی رہ سکتی ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے ایمان کی حرارت چاہئے مگر یہاں تو موسیقی نے دلوں میں نفاق پیدا کر کے ایمان کی حرارت کو ٹھنڈا بلکہ جامد و ساکت کردیا ہے۔ خدارا کچھ تو خوف کیجئے جب ان چیزوں میں غیر موسیقی دار اور سادہ گھنٹی سے بھی ضرورت پوری ہوسکتی ہے تو کونسی مصیبت آن پڑی ہے کہ موسیقی کی ملعون آواز ہی کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کیا جائے ...... اگر ہم نے ابھی سے اپنی روش تبدیل نہ کی اور اندھا دھند موسیقی دار گھنٹیوں کو ہی ترجیح دیتے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ ان چیزوں میں کمپنیوں کی طرف سے سادہ گھنٹیوں کا فیڈ کیا جانا ہی بند نہ کردیا جائے اور پھر خواہی نخواہی سب لوگ اس لعنت کو پوری زندگی اپنا پڑوسی بنا کر رحمت کے فرشتوں کی معیت سے ہمیشہ کے لئے محروم نہ کردیئے جائیں (اعاذنا اللہ منہ)

فلمی ستارے

حدیث شریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ستاروں کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے اور دونوں جہانوں کے سردار پیارے نبی کریم ﷺ نے خود اپنی مبارک زبان سے صحابہ کی اس پاکیزہ اور مقدس جماعت کو ستاروں کی مانند اور ان کے مثل فرمایا ہے۔ جس طرح چودہویں رات کے چاند کی روشنی میں پورے آسمان کے افق پر پھیلے ہوئے ستارے حسن وجمال کا وہ منظر پیش کرتے ہیں جس کی دنیا کے کسی بڑی سے بڑی نمائش اور میوزم (Museum) میں بھی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہی حال حضور ﷺ کے دائیں بائیں حلقہ میں بیٹھنے والے صحابہ کرام کا ہے گویا کہ حضور ﷺ چودہویں رات کے چاند اور آپ کے جانثار صحابہ ستاروں کی طرح ''شمع کے اوپر پروانوں'' کا منظر پیش کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ہماری قوم کے اس بھونڈے طرزِ عمل کو دیکھئے کہ آنکھیں بند کر کے فلمی دنیا کے ان اداکاروں اور ڈرامہ بازوں کو ''ستارے'' اور ''اسٹار'' کا نام دیتے ہیں جو کسی دور میں، بھانڈ، طوائف، گویئے، میراثی اور بہروپیوں وغیرہ جیسے ناموں کے ساتھ یاد کئے جاتے تھے اور کسی دغاباز، دھوکہ فریب وغیرہ کرنے والے شخص کو اس قسم کے القاب دے

کر شرم دلائی جاتی تھی ......حضور علیہ ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات کے ساتھ اس سے بڑا ظالمانہ سلوک اور کیا ہوسکتا ہے۔

پیشاب، پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رُخ یا پشت کرنا

صحیح احادیث میں قبلہ کی طرف رخ اور پشت کر کے پیشاب و پاخانہ کرنے کی واضح طور پر ممانعت آئی ہے (ملاحظہ ہو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد) لیکن شریعت کے اس واضح حکم سے بے شمار حضرات یا تو واقف نہیں، یا جانتے ہوئے بھی اس حکم سے غفلت اختیار کی جاتی اور اس طرح اپنے آپ کو گناہ بے لذت میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو دعوت دی جاتی ہے، حالانکہ تعمیر کرتے اور نقشہ تیار کرتے وقت بآسانی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے مگر نہ تو نقشہ بنواتے اور تعمیر کراتے وقت اس کا خیال کیا جاتا اور نہ ہی بعد میں نقشہ نویس، ماہر تعمیرات (Architect,Draftsman) نقشہ تیار کرتے وقت اس کا لحاظ کرتے اور صرف ظاہری زیب وزینت اور خوبصورتی کو پیش نظر رکھ کر اس حکم کو نظر انداز کر دیتے اور لوگوں کو اس گناہ سے بچنے کی رہنمائی کی سعادت سے محروم رہتے ہیں۔اور جب ایک مرتبہ بیت الخلاء کی تعمیر مکمل ہوجاتی ہے اور سیٹ وغیرہ لگ جاتی ہے پھر بعد میں اس کی تبدیلی میں بھی بعض اوقات دشواریاں پیش آتی ہیں جس کے بعد جب تک ہر خاص وعام کی طرف سے اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے اس گناہ کا تسلسل برابر جاری رہتا ہے، بیت اللہ کی تعظیم وتکریم کا شریعت میں اس درجہ اہتمام کیا گیا ہے کہ وہ ناسمجھ بچے جو خود کچھ نہیں جانتے یہاں تک کہ خود جا کر قضاء حاجت پر بھی قادر نہیں مگر ان کو قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پوٹی وغیرہ پر بٹھا دیا جائے اس کا گناہ بڑوں کی طرف لوٹایا گیا ہے لہٰذا ناسمجھ بچوں کو بھی قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پوٹی وغیرہ پر بٹھانے سے پرہیز کیا جائے اور ان چھوٹے بچوں کو بھی حکمت وبصیرت کے ساتھ سمجھایا جائے جو کہیں بھی بیٹھ کر پیشاب و پاخانہ کر لیتے ہیں۔

بیت اللہ شریف جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کا قبلہ بنایا، فرشتوں سے اس کی تعمیر کروائی، تمام مکانوں سے اس کو مقدم رکھا، اور اس کو اپنا گھر یعنی ''بیت اللہ'' ہونے کا شرف عطا فرمایا اور پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کو ہر قسم کی نماز میں اس کی طرف رخ کرنے کو ضروری قرار دے دیا اور اس کے علاوہ بھی بے شمار فضیلتیں عطا فرمائیں اتنی عظیم اور مقدس جگہ کی بے احترامی کس قدر نقصان اور خسارے کا باعث ہے؟ ......پس ضروری ٹھہرا کہ قبل از وقت ہی اس سنگین گناہ سے بچنے اور اس کی

اصلاح کا اہتمام فرمایا جائے اور اب تک جو گناہ ہوا اس سے فوری توبہ کی جائے اور جب تک بیت الخلاء کی نشست کی درستگی عمل میں نہ آئے اس وقت تک کم از کم یہ تو کیا جا سکتا ہے کہ ضرورت پوری کرتے وقت ممکنہ حد تک خواہ تھوڑا بہت ہی کیوں نہ ہو اپنے رخ یا پشت کو قبلہ کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف پھیر لیا کریں (والتفصیل فی درس ترمذی ج ۱ ص ۱۸۹) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن کے دل و دماغ میں شریعت کے ایک ایک حکم پر مر مٹنے کا جذبہ تھا ان کے بارے میں تاریخ میں آج بھی یہ بات محفوظ ہے کہ جب وہ شام کے علاقہ میں تشریف لے گئے اور وہاں استنجا خانوں کا رخ پہلے سے قبلہ کی طرف بنا ہوا پایا تو آپ قضائے حاجت کے لئے بیٹھتے وقت کوشش کرتے کہ قبلہ سے اپنا رخ پھیر کر بیٹھیں اور اس کے باوجود بھی استغفار کیا کرتے تھے (ملاحظہ ہو ترمذی)......آج ہم ان مقدس ہستیوں کی پیروی کر کے ہی کامیابی و کامرانی اور ترقی و تعلی کی منزلوں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا

شریعت مطہرہ کا ایک واضح حکم یہ ہے کہ مرد حضرات کو ٹخنوں سے نیچے شلوار، پاجامہ وغیرہ لٹکانا کبیرہ گناہ اور حرام ہے۔ یہ اتنا ٹھوس حکم ہے کہ اس پر پوری امت کا اجماع ہے، اور یہ گناہ چوبیس گھنٹے مسلسل جاری رہنے والا گناہ ہے، مگر ہمارے ملک کی اکثریت اس کبیرہ گناہ میں مبتلا ہے اور کسی طرح اس سے بچنے کے لئے تیار نہیں بلکہ الٹی اس کے بارے میں طرح طرح کی تاویلیں کی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا اس وقت گناہ ہے جبکہ تکبر کی نیت سے ہو اور تکبر کی نیت نہ ہو تو گناہ نہیں حالانکہ اگر تکبر کی نیت نہ ہو تب بھی گناہ ہے اور تکبر کی نیت ہو تو پھر دوہرا گناہ ہے ایک خود ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا اور دوسرے تکبر کا۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ تکبر کی نیت ہونے کی صورت میں گناہ ہے تب بھی اس گناہ سے اس وقت تک چھٹکارا نہیں ہوگا جب تک کپڑا ٹخنوں سے اوپر نہ کیا جائے کیونکہ جو چیز ٹخنوں سے اوپر شلوار وغیرہ کرنے سے روکنے والی ہے اسی کا نام تکبر ہے، تکبر کے کوئی سینگ نہیں ہوتے عام مجمع میں ٹخنے سے اوپر شلوار کرنے سے جو عار محسوس ہوتی ہے اور شرم آتی ہے یہ تکبر ہی کی وجہ سے ہے اور اسی کا نام تکبر ہے اور اگر کسی میں تکبر نہیں تو اس سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اس کی خلاف ورزی کر کے دکھا دے......بعض لوگ یہ تاویل کرتے ہیں کہ بلا ارادہ ہماری شلوار نیچے ہو جاتی ہے۔ ہمارا ارادہ نہیں ہوتا مگر یہ بھی سراسر غلط ہے شلوار سلواتے وقت پہلے ہی سے بڑی کیوں سلوائی جاتی ہے اور پہنتے وقت

پھر ٹخنوں سے نیچے کر کے کیوں پہنی جاتی ہے اور اگر کسی وقت نماز وغیرہ کے موقع پر اوپر کرنی پڑ جائے تو نماز سے فارغ ہو کر اہتمام اور کوشش کے ساتھ اسے نیچی کیوں کی جاتی ہے یہ ساری جستجو تکبر ہی کی وجہ سے ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ پھر موزے پہننا بھی ناجائز ہونا چاہئے کیونکہ ان سے بھی ٹخنے ڈھک جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت اسی صورت میں ہے جبکہ اوپر سے نیچے کی طرف پہننا ہوا کپڑا (مثلاً شلوار ، پائجامہ وغیرہ) لٹکایا جائے مگر موزہ تو نیچے سے اوپر کی طرف کو پہنا جاتا ہے ۔ دوسری طرف فیشن ایبل خواتین کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے شریعت کے اس مردانہ حکم کو اپنے لئے سمجھ لیا اور ٹخنے کھولنا شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں خود گنہگار ہوئیں اور اس طرح مرد و عورت دونوں ہی اپنی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے گناہ میں مبتلا ہو گئے لاحول ولاقوۃ کیا الٹا زمانہ ہے عورت ہے مردانہ اور مرد زنانہ ہے

نظر پاک دل صاف کا شوشہ

آپ نے بعض منچلوں سے یہ فقرہ بارہا سنا ہوگا ’’پردہ تو دل کا ہوتا ہے‘‘ ’’نظر پاک ہو اور دل صاف ہو تو کوئی حرج نہیں‘‘ یہ فقرہ دراصل بے پردگی اور بے حیائی کو فروغ دینے اور در پردہ ’’پردہ‘‘ کے انکار پر مبنی ہے ۔ جو پردہ کے منکرین کا چھوڑا ہوا شوشہ ہے صاف پردہ کا انکار کرنے کے بجائے یہ منچلے دراصل ’’اپنے دل کے روگ‘‘ پر مہذب انداز کا خول اور پردہ چڑھا کر واردات ڈالتے ہیں ۔ ان منچلوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ جب دل کا پردہ کافی تھا تو شریعت نے نظر کی حفاظت کا کس لئے حکم دیا ہے؟ اگر دل کا پردہ کافی ہوتا تو صرف دل کی حفاظت کا حکم دے دیا جاتا ’’قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ ‘‘مؤمن مردوں کو اور ’’وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ‘‘مؤمن عورتوں کو فرمانے کی ضرورت کیا تھی ؟ شاید منچلوں کے نزدیک یہ حکم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لئے ہے اور خود ایمان کی دولت ہی سے (نعوذ باللہ) محروم ہیں ۔ شریعت کے واضح حکم کے ہوتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں کوئی پخ لگانے کا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا ۔ خوب سمجھ لیجئے جب تک مرد مرد ہے اور عورت عورت ہے ایک دوسرے کو دیکھتے وقت نظر کا پاک اور دل کا صاف ہونا ممکن ہی نہیں ، ہاں اگر کسی مرد میں مردانگی اور کسی عورت میں عورت ذات ہونے والی بات نہ ہو تو ایسے افراد کے لئے کسی درجہ میں یہ فقرہ زیب دے سکتا تھا ۔ جب قرآن مجید میں مرد کو مرد ہونے کی حیثیت سے اور عورت کو عورت ہونے کی حیثیت سے الگ الگ نظر کی

حفاظت کا حکم دے دیا گیا پھر اس کے بعد کونسی گنجائش رہ جاتی ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ جب شریعت نے نامحرم پر نظر ڈالنے کو ہی گناہ اور منع قرار دے دیا تو اس کے پاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ گناہ اور اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیز ناپاک ہوا کرتی ہے پاک نہیں ہوا کرتی۔

تورات وانجیل وغیرہ کا مطالعہ

آج کل بہت سے مقامات پر تورات وانجیل فروخت ہوتی ہیں۔ کافروں کی طرف سے باقاعدہ اس کے لئے نمائندے مقرر کر کے بازاروں اور گلی محلوں میں بھیجے جاتے ہیں پھر بعض لوگ آسمانی کتاب سمجھ کر یہ کتابیں خرید لیتے یا کسی اور طریقہ سے حاصل کر لیتے ہیں اور مطالعہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل سراسر شریعت کے خلاف ہے۔ بے شک ہم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جس میں تورات اور انجیل بھی داخل ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا مطالعہ بھی کیا جائے بلکہ صرف ان پر ایمان لانا کافی ہے، دوسرے جن کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس سے مراد وہ کتابیں ہیں جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں۔ لیکن موجودہ دور میں جو ان کتابوں کے نسخے دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ اپنی اصل اور حقیقی حالت میں نہیں ہیں اور ان میں خود لوگوں نے وقت کے ساتھ بہت سی تحریفیں اور تبدیلیاں کر دی ہیں، اور اسی وجہ سے ایک ایک نام کی ان کتابوں کے کئی کئی قسم کے نسخے پائے جاتے ہیں جن میں آپس میں بے شمار باتوں میں اختلاف اور ٹکراؤ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری اور قیامت تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہنی والی کتاب صرف اور صرف ''قرآن مجید'' ہے اس کے بعد نہ کسی دوسری آسمانی کتاب کی عام مسلمانوں کو ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی اجازت ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا نسخہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو دیکھ کر پڑھنا شروع کر دیا اور دوسری طرف حضور ﷺ کے چہرے مبارک کا رنگ غصہ کی وجہ سے بدل گیا یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہا اے عمر تمہارا بھلا نہ ہو! کیا تم حضور ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھتے، جب حضرت عمر نے آپ ﷺ کے چہرہ کو غصہ کی وجہ سے بدلا ہوا دیکھا تو فوراً عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ کو اپنا رب ماننے، اسلام کو اصل دین ماننے اور نبی ﷺ کو (آخری) نبی ماننے کے ساتھ راضی ہیں پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم خدا کی اگر بالفرض آج کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں تو تم ان کی اتباع کر کے اور

مجھے چھوڑ کر گمراہ ہو جاؤ گے خوب سمجھ لو اگر آج کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئیں اور میری نبوت کا زمانہ پالیں تو ان پر بھی میری ہی اتباع لازم ہوگی (مشکوٰۃ ص ۳۲) اس حدیث سے قرآن کے علاوہ دوسری آسمانی نام سے معروف کتابیں مثلاً تورات، انجیل، یوحنا وغیرہ کے مطالعہ کی حیثیت اورگناہ ہونا بخوبی واضح ہوگیا جب حضورﷺ نے اپنی موجودگی میں خلیفہ راشد (حضرت عمر) کے بھی تورات کے پڑھنے پر اتنی ناگواری کا اظہار فرمایا جبکہ آپ کی موجودگی میں اس کتاب میں موجود غلط باتوں کی نشاندہی اور گمراہی سے حفاظت ممکن تھی، آج کے دور میں عوام کو اس کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے

ننگے سر رہنا اور مسجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھنا

آپ نے بے شمار مسجدوں میں چٹائی کی ٹوپیوں کا انبار اور چٹا لگا ہوا دیکھا ہوگا۔ اور مسجد میں بکھری ہوئی بدبودار اور میلی کچیلی ٹوپیوں کا بھی یقیناً مشاہدہ کیا ہوگا....... یہ دراصل چودہویں صدی کے مسلمانوں کے امتیازی کارناموں میں سے ایک کارنامہ اور امتیازی نشانوں میں سے ایک نشان ہے.....ٹوپی جو کہ لباس کا ایک حصہ ہے اور غالبًا پورے جسم پر استعمال ہونے والی تمام اشیاء، شلوار، قمیض، جوتے، بنیان، گھڑی وغیرہ سب ہی سے زیادہ سستی اور ہلکی پھلکی چیزوں میں اس کا شمار ہوتا ہے........لیکن سر کھلے پھرنے کے شوقین اور ننگے سر رہنے کے فیشن ایبل طبقہ کو یہی چیز سب سے زیادہ مہنگی اور گراں معلوم ہوتی ہے ....آپ نے شاید ایسے واقعات کا زندگی میں کبھی مشاہدہ نہیں کیا ہوگا کہ مسجد میں نماز کے لئے ننگی دھڑنگی حالت میں داخل ہونے والا شخص شلوار قمیض وغیرہ تلاش کر رہا ہو اور مسجد سے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں اعتراض کی نوبت آرہی ہو۔ البتہ ایسے لوگوں کی زیارت ضرور کی ہوگی جو مسجد میں چٹائی کی میلی کچیلی ٹوپی نہ ملنے کی صورت میں مسجد کی انتظامیہ اور اہل محلّہ کو کنجوس، مکھی چوس اور بخیل وغیرہ جیسے القاب سے نواز رہے ہوں۔ لیکن اپنے اس بخل وحماقت کا احساس نہ ہو کہ پیر شریف کے نیچے پانچ سو روپے کی قیمتی جوڑی دبا کر سخاوت اور سر مبارک کے لئے دس روپے کی ٹوپی نصیب نہ ہونے میں بخل کا مظاہرہ......اس سخاوت و بخل کی نرالی منطق کو جتنی شاباش دی جائے کم ہے۔ یاد رکھئے ٹوپی کا بندوبست نمازی کی اپنی ذمہ داری ہے کیونکہ اس نے اپنے حصہ کی نماز ادا کرنی ہوتی ہے۔ نہ کہ کسی دوسرے کہ طرف سے...... مسجد میں ٹوپی موجود ہونے کے بہانے لوگ اپنی ٹوپیوں سے غفلت کرتے ہیں اس لئے مسجد میں ٹوپیوں کا انتظام کرنے والوں کی ہرگز ہمت افزائی نہیں کی جاسکتی۔ (خواہ ٹوپیاں کسی بھی قسم کی ہوں)

پھران چٹائی کی ٹوپیوں پر چڑھے ہوئے میل وکچیل اور بدبو کا یہ عالم ہوتا ہے کہ شریف انسان کو تو قریب کرنے اور دیکھنے ہی سے گھن آجائے، کوئی ادنیٰ درجہ کا انسان بھی اپنے گھر اور مہمان خانہ میں ایسی میلی کچیلی چیز کو داخل کرنے کے لئے تیار نہ ہو، ایک اللہ کا گھر ہی نہ جانے ان چیزوں کو سجانے اور رکھنے کے لئے کیوں منتخب کیا جاتا ہے؟......کسی کا استعمال شدہ میل وکچیل میں آلودہ لباس (شلوار، کرتہ وغیرہ) پہننے سے نفرت اور گھن کی جاتی ہے مگر سینکڑوں قسم کے لوگوں کی استعمال شدہ اور مختلف اقسام وانواع اور ورائٹیوں والے میل کچیل میں رنگی اور بسی ہوئی ٹوپی خاموشی کے ساتھ استعمال کرلی جاتی ہے......عقل سے سوچنے کی بات ہے کہ ایسی چیز سے بنی اور تیار کی ہوئی ٹوپی جس سے اگر کرتہ یا شلوار بنائی جائے تو اس کو کوئی خوش نصیب پہننے کے لئے تیار نہ ہو اور اگر خود یہ ٹوپی بھی بھولے سے کسی مجمع، بازار یا تقریب میں پہن کر جانے کی غلطی ہوجائے تو شرم سے پارہ پارہ ہوجائے مگر نماز جو انسانوں کے بجائے اللہ رب العزت کے حضور اور اس کی بارگاہ میں ادا کی جاتی ہے اس میں یہ ٹوپی عار اور شرم کا باعث نہیں ہوتی اور بھولے سے تو درکنار قصداً وعمداً نماز میں اس کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اور ان ٹوپیوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر مسجد میں گرنے والے تنکوں سے مسجد کی آلودگی کی تو کسی کو فکر بلکہ خبر ہی نہیں ہوتی......اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب سے مسجد میں ٹوپیاں رکھنے کا رواج چلا ہے اس وقت سے اس غلط فہمی میں ترقی آگئی ہے کہ ٹوپی صرف اور صرف نماز کے وقت پہننے کی ضرورت ہے اور نماز پڑھ لی تو پھر ننگے سر پھرنا کوئی عیب کی بات نہیں، حالانکہ بطور فیشن ننگے سر رہنا عام حالات میں بھی منع اور گناہ ہے

یہ پوری بحث تو اس وقت ہے جبکہ ٹوپی پہننے کی کوئی ضرورت بھی محسوس کی جائے لیکن مغربی جدت پسند طبقہ کو تو ان بحثوں میں پڑنے کی ہی ضرورت نہیں کیونکہ مغربی جدت پسندوں کے نزدیک تو نماز اور غیر نماز میں سرڈھانکنے کی عظیم سنت کی کوئی حیثیت واہمیت ہی نہیں۔ اس طبقہ کا تو بڑے دھڑلے کے ساتھ کہنا یہ ہے کہ نماز ننگے سر پڑھنے سے بھی ہوجاتی ہے......حالانکہ اس کا کب انکار ہے کہ نماز ننگے سر پڑھی جائے تو نہیں ہوتی......نماز تو بے شک ننگے سر پڑھنے سے بھی ہوجاتی ہے مگر یہ نماز کا ہوجانا ایسا ہی ہے جیسا کہ بغیر کرتہ پہنے نماز ہوجاتی ہے، کیونکہ مرد کے ستر کا حصہ، ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اب اگر کوئی ناف سے لے کر گھٹنوں تک مثلاً نیکر پہن کر مسجد میں داخل ہو اور اس حال میں نماز ادا کرے تو اس کے حق میں یہی جواب ہوگا کہ بے شک نماز ادا ہوگئی کیونکہ اس نے ستر چھپانے کا فریضہ ادا کرلیا......لیکن اس

ہو جانے کا مطلب کوئی بھی عقلمند یہ نہیں سمجھے گا کہ پھر تو کرتہ اتار کر صرف شلوار اور نیکر میں نماز پڑھنی چاہئے ...... بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی وقت کرتہ، یا ٹوپی میسر نہ ہو تو اسی حال میں نماز پڑھ لینی چاہئے چھوڑنی نہیں چاہئے مگر اس سے ٹوپی کا عمداً و قصداً چھوڑ دینا اور پیسے یا ٹوپی ہوتے ہوئے بھی اس کا انتظام نہ کرنا ثابت نہیں ہوتا اس فرق کی اصل وجہ یہ ہے کہ جس طرح کرتہ پہننے کو معاشرے میں ضروری سمجھا جاتا ہے اس طرح ٹوپی کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، حالانکہ شرعاً نماز ہونے کے اعتبار سے دونوں کا حکم برابر ہے......خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے اور اس طرح کی تاویلات سازوں سے اپنی حفاظت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ دین کی صحیح فہم عطا فرمائیں۔ آمین

ڈیوٹی پر دیر سے پہنچنے کا مرض:

عام طور پر سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین ڈیوٹی پر مقررہ وقت سے لیٹ ہو کر پہنچتے ہیں اور اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے اور اگر افسرِ بالا کی طرف سے باز پرس کا ڈر نہ ہو تو پھر تو بالکل ہی ''مادر پدر آزاد'' کے مصداق نظر آتے ہیں۔ حالانکہ جب متعلقہ محکمہ کی طرف سے اوقات کار کا ضابطہ مقرر ہو تو ان اوقات کی پاسداری شرعاً بھی ضروری اور اس کی خلاف ورزی گناہ ہے۔ خواہ دنیا میں مؤاخذہ اور باز پرس نہ ہو لیکن آخرت میں اس کا یقیناً سوال ہوگا آج کل اس میں بہت کوتاہی ہو رہی ہے اور اچھے خاصے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے کہ جب مقررہ وقت پر حاضری کا ضابطہ مقرر ہو تو اس کی پابندی کرنا شرعاً فرض ہے اور بغیر کسی معقول عذر کے تاخیر کرنا جائز نہیں بعض لوگوں نے اپنی غلط عادت یا راستہ کے لمبا ہونے کو یا اسی طرح کی دوسری چیزوں کو عذر سمجھا ہوا ہے حالانکہ یہ چیزیں عذر میں داخل نہیں۔

جمعہ یا کسی خاص دن کپڑے دھونے کو منحوس سمجھنا

بعض لوگ اور خاص کر خواتین مخصوص دنوں میں مثلاً جمعہ یا منگل کے دن کپڑے دھونے کو بہت بُرا اور معیوب خیال کرتی ہیں۔ مگر شریعت کی طرف سے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں کسی بھی دن اور کسی بھی وقت کپڑے دھونا جائز ہیں اور کوئی گناہ یا نحوست کا باعث نہیں ایسا نظریہ رکھنا بھی گناہ ہے (اس قسم کی خرابیوں، فاسد عقائد اور جاہلانہ خیالات کی تفصیلات کے لئے ادارہ غفران کی مطبوعہ کتاب ''ماہِ صفر اور جاہلانہ خیالات'' ملاحظہ فرمائیں)

حیرت کدہ

محمد امجد حسین

فتح قسطنطنیہ اور خشکی پر جہاز

خطہ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دربار مہدی امت کی سطوت کا نشان پائیدار

حضور اکرم ﷺ نے اپنی مبارک زبان سے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی بشارت ان الفاظ کے ساتھ دی

اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَھُمْ (بخاری ج ۱ ص ۴۱۰ کتاب الجهاد)

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر (روم) کے شہر (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کی مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں

لَتَفْتَحُنَّ الْقُسْطُنْطُنِیَۃَ فَلَنِعْمَ الْاَمِیْرُ اَمِیْرُھَا وَلَنِعْمَ الْجَیْشُ ذَالِکَ الْجَیْشُ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۵ بحوالہ جہانِ دیدہ ص ۳۲۰)

ترجمہ: تم ضرور قسطنطنیہ فتح کرلوگے، پس بہتر امیر اس (فاتح لشکر) کا امیر ہوگا اور بہتر لشکر وہ (فاتح) لشکر ہوگا

اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لے کر ترکی کے عثمانی بادشاہوں تک صدیوں پر محیط زمانے میں کئی مسلمان بادشاہوں نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے مختلف حملے کئے جن میں عمر بن عبدالعزیز، ہشام، مہدی، ہارون الرشید جیسے عرب وعجم کے حکمران شامل ہیں لیکن یہ شہر فتح نہ ہوسکا کیونکہ ایک تو اس شہر کا محل وقوع ایسا تھا کہ اس کے گرد سمندری خلیجوں نے حصار سا قائم کیا ہوا تھا دوسرے اس شہر کے گرد یکے بعد دیگرے مضبوط ومربوط تین فصیلیں اور بڑی بڑی دیواریں تھی اور ان فصیلوں میں ایک سو ستر فٹ کے فاصلے سے نہایت مضبوط اور ٹھوس برج بنے ہوئے تھے اس کے علاوہ پہلی اور دوسری فصیل کے درمیان ایک ناقابل عبور اور دشوار گزار خندق بنی ہوئی تھی جو ساٹھ فٹ چوڑی اور سو فٹ گہری تھی، لہٰذا اس وقت کے لحاظ سے یہ دنیا کا سب سے مستحکم اور ناقابل تسخیر قلعہ شمار ہوتا تھا

تیسری اہم وجہ یہ تھی کہ قسطنطنیہ عیسائی دنیا کا مقدس شہر اور مذہبی وسیاسی مرکز تھا اس کو خطرہ میں دیکھ کر پوری

صلیبی دنیا حرکت میں آجاتی اور سردھڑ کی بازی لگانے پر تیار ہوجاتی تھی، بعض مسلمان سلاطین کے زمانے میں اہل قسطنطنیہ خراج دینے پر آمادہ ہوگئے، لیکن تاحال مکمل فتح کی منزل صدیوں کی مسافت پر تھی۔ سلجوقی شاہوں کے بعد جب عثمانی سلطنت قائم ہوئی اور یورپ وایشیا میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ روز بروز وسیع ہوتا گیا تو وہ قسطنطنیہ کی طرف بھی متوجہ ہوئے، عثمانی بادشاہوں میں سے سب سے پہلے آٹھویں صدی ہجری میں بایزید یلدرم نے پوری قوت سے قسطنطنیہ کا گھیراؤ کیا، بایزید اپنی شجاعت اور جنگی تدبیروں کی وجہ سے مشہور و معروف تھا، یلدرم کے معنی بجلی کے ہیں یہ لقب اس کا اس وجہ سے پڑا کہ وہ آسمانی بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتا تھا، قریب تھا کہ وہ اس مہم میں کامیاب ہوجائے لیکن پیچھے سے تیمور لنگ نے اس کے علاقے پر حملہ کردیا اور اسے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھانا پڑا یہ ایک تکلیف دہ حقیقت اور اسلامی تاریخ کا المیہ ہے کہ رومیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کی بجائے جس کا مذکورہ حدیث کی روشنی میں قسطنطنیہ کی فتح کے حوالے سے زمانہ صدیوں سے منتظر تھا، بایزید کو مجبوراً انقرہ (انگورہ) کے مقام پر تیمور سے زبردست معرکہ لڑنا پڑا، ناعاقبت اندیش تیمور کے ہاتھوں ناموس ملت کے اس محافظ سے امت ہاتھ دھوبیٹھی اور فتح قسطنطنیہ تقریباً پچاس سال پیچھے چلی گئی۔ انگورہ کا معرکہ اگر برپا نہ ہوتا تو جاپان سے انگلستان تک تمام دنیا ایک مرتبہ پرچم اسلام کے سایہ میں آچکی ہوتی۔

سلطان محمد فاتح

فتح قسطنطنیہ کی سعادت آل عثمان کے ساتویں نوجوان خلیفہ سلطان محمد فاتح کے لئے مقدر تھی، یہ نوعمر شہزادہ ۲۲/سال کی عمر میں خلیفہ بنا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے بہت جلد اپنے پیشروؤں پر سبقت لے گیا سلطان محمد فاتح نے اپنے تدبر، شجاعت اور اولوالعزمی سے جنگ کا ایسا نقشہ تیار کیا جو بالاخر فتح پر منتج ہوا۔

قسطنطنیہ باسفورس، بحیرہ مرمرا اور شاخ زرین (Golden horne) نامی سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور اس کے صرف مشرقی جانب خشکی ہے، سلطان نے ایک سو چالیس جنگی کشتیوں پر مشتمل بحری بیڑہ تیار کر کے قسطنطنیہ کا محاصرہ اس طرح کیا کہ بری فوج شہر کی مشرقی فصیل کے سامنے پہنچ گئی اور بحری بیڑہ آبنائے باسفورس میں پھیل گیا۔

آبنائے باسفورس کی ایک پتلی سی شاخ ایک سینگ کی شکل میں مشرق کی طرف جاتی ہے جو شاخ زریں (گولڈن ہارن) کہلاتی ہے۔ اہل قسطنطنیہ (جس کا موجودہ نام استنبول ہے) نے گولڈن ہارن کے اس

دہانے پر جو باسفورس میں گرتا ہے لوہے کا بہت بڑا زنجیرہ باندھا ہوا تھا، جس کی وجہ سے کوئی جہاز باسفورس سے گولڈن ہارن میں داخل نہیں ہوسکتا تھا، اس طرح قسطنطنیہ کی بندرگاہ جو شاخ زریں (گولڈن ہارن) میں واقع تھی اس کا محاصرہ نہیں ہوسکتا تھا، نتیجہ یہ کہ قسطنطنیہ کی فصیل پر حملہ صرف مشرق کے خشکی کے راستے ممکن تھا، اہل قسطنطنیہ بھی بحری سمت کی طرف سے بالکل مطمئن تھے اور ساری طاقت انہوں نے مشرق کی طرف لگادی تھی۔

بالآخر ایک دن سلطان محمد فاتح نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو دنیا کی تاریخ میں اس کی منفرد اور محیر العقول یادگار بن کررہ گیا، اس نے منصوبہ بنایا کہ جہازوں کو گولڈن ہارن میں پہنچانے کے لئے انہیں دس میل خشکی پر چلا کرلے جایا جائے گا، اور اس غرض کے لئے جہازوں کو باسفورس کے مغربی ساحل سے خشکی پر چڑھا کر ایک ترچھے راستے سے گولڈن ہارن کے بالائی جنوبی کنارے تک پہنچایا جائے، جو آج کل قاسم پاشا کہلاتا ہے اور وہاں سے انہیں گولڈن ہارن میں ڈال دیا جائے گا، خشکی کا یہ راستہ تقریباً دس میل لمبا اور سخت ناہموار اور اتار چڑھاؤ سے معمور تھا لیکن محمد فاتح کی اولوالعزمی نے یہ محیر العقول کارنامہ صرف ایک رات میں کر دکھایا۔ اس نے خشکی کے اس راستے پر لکڑی کے تختے بچھوائے اور انہیں چکنا کرنے کے لئے ان پر چربی ملوائی، پھر ستر جہاز نما کشتیوں کو یکے بعد دیگرے باسفورس سے ان تختوں پر چڑھا دیا، ان کشتیوں کو بیل اور آدمی کھینچ رہے تھے دس میل کی یہ پہاڑی مسافت طے کر کے وہ انہیں گولڈن ہارن تک لے گئے صبح کے اجالے نے بازنطینی فوج پر یہ راز کھولا کہ محمد فاتح کی ستر کشتیاں اور بھاری توپ خانہ گولڈن ہارن کے بالائی علاقے میں پہنچ چکا ہے (اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (الایۃ))

مشرق اور جنوب دونوں طرف سے محاصرہ کی گرفت مضبوط ہونے کے بعد عثمانی توپوں نے دونوں طرف سے شہر کی فصیلوں پر زبردست گولہ باری شروع کی اور سات ہفتوں کی مسلسل گولہ باری کے بعد فصیلوں میں تین مقامات سے بڑے بڑے شگاف نمودار ہوگئے۔ مغربی مؤرخ گبن باوجود حد درجہ متعصب ہونے کے اس واقعہ کو ایک معجزہ قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے "وہ فصیلیں جو صدیوں سے ہر دشمن کے تشدد کا مقابلہ کررہی تھیں، عثمانی توپوں نے ان کا حلیہ بگاڑ دیا، ان میں بہت سے شگاف پڑ گئے اور سینٹ رومانس کے دروازے (جو توپ کاپے کے نام سے مشہور ہوا) کے قریب چار مینار زمین کی سطح کے برابر ہوگئے۔

۲۰ر جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ بمطابق ۱۴۵۳ء کی رات عثمانی فوجوں نے ذکر و تسبیح اور دعاؤں میں گذاری

نماز فجر کے بعد سلطان نے عام حملہ کا حکم دیا، دو پہر تک گھمسان کا رن پڑا کشتوں کے پشتے لگے، سلطان خود اپنی مخصوص فوج کو لے کر سینٹ رومانس کے دروازے کی طرف بڑھا، اسلام کے شیر دل فدا کار شمع توحید پر پروانہ وار جانیں وارتے رہے، اور لیلائے شہادت سے ہمکنار ہوتے رہے، تھوڑی دیر میں قسطنطنیہ کی فصیل پر سرخ ہلالی پرچم (عثمانی جھنڈا) لہرانے لگا، بازنطینی بادشاہ قسطنطنیہ نے مایوس ہو کر شاہانہ قیصری پوشاک اتار پھینکی اور ایک سپاہی کی طرح لڑتا لڑتا مارا گیا اور اس کی موت پر اس گیارہ سو سالہ سلطنت روما کا خاتمہ ہو گیا جس کی ابتدا بھی قسطنطین اول سے ہوئی تھی اور آج انتہا بھی قسطنطین پر ہوئی، اور اس کے بعد قیصر کا لقب ہی ایک تاریخی داستان بن کر رہ گیا اور سرکار دو عالم ﷺ کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ ''اِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ '' جب قیصر ہلاک ہو گیا تو پھر کوئی قیصر پیدا نہیں ہوگا۔ [1]

ظہر کی نماز اذان دلوا کر سلطان نے اپنے وزراء اور امراء کے جلو میں قسطنطنیہ کے مشہور گرجا ''ایا صوفیا'' میں پڑھی، جس کے بعد یہ کلیسا جامع مسجد میں تبدیل ہو گیا پھر سلطان شاہی محلات میں داخل ہوا۔ قیصر کی شان وشوکت اور طمطراق کے یہ مراکز آج ویران پڑے تھے، تاریخ آج اپنے آپ کو دہرا رہی تھی اور چشم فلک نے آج پھر وہ منظر دیکھا جو آل فرعون کی دریائے نیل میں غرقابی اور مصر میں ان کی سلطنت اور محلات و باغات پر قوم موسیٰ کی تولیت کے وقت دیکھا تھا اور قرآن نے اس منظر کو بایں الفاظ محفوظ کیا:۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ (دخان آیت ٢٤ تا ٢٩)

ترجمہ: وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس کا مالک بنا دیا، نہ تو ان پر آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

اس دن سے سلطان کا لقب فاتح پڑا سلطان نے اب اسی کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ یہ پہلا دن تھا کہ جو شہر ایک ہزار برس تک روم کا پایہ تخت بنا رہا اب اسے ایک اسلامی حکومت کے پایہ تخت بننے کا شرف حاصل ہوا فتح

---

[1] کما قال: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال) اے ایمان والو جب (دشمن) گروہ سے مدبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ کامیابی پاؤ

کے تین دن بعد ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کا پتہ چلا تو سلطان نے اس پر ایک جامع مسجد تعمیر کرادی اس سلسلہ میں یہ بات دلچسپی سے تاریخ محفوظ رکھے گی کہ قسطنطنیہ کی فتح کے وقت سلطان کی عمر صرف ۲۶ سال تھی، سربیا، بوسنیا اور البانیہ کی فتح بھی محمد فاتح کا کارنامہ ہے، اس عظیم فتح کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں خوشی کی دوڑ گئی

؎ پردہ داری می کند بر قصرِ قیصر عنکبوت   چغد نوبت من زند بر گنبد افراسیاب

آج مکڑی قیصر کے محل کی پردہ پوشی کررہی ہے، افراسیاب (کسریٰ ایران) کے گنبد پر آج اُلوؤں کا راج ہے

قسطنطنیہ اور گردو پیش کا سرسری نقشہ

ماہنامہ ''التبلیغ''

آپ کے کاروبار کی تشہیر کا مؤثر ذریعہ

دین بھی دنیا بھی

طب وصحت

حکیم محمد فیضان

ہیپا ٹائٹس

آج کل پوری دنیا میں ہیپا ٹائٹس (جگر کی سوزش) بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ہیپا ٹائٹس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایڈز سے سوگنا زیادہ جان لیوا جگر کا مرض ہے جو کہ ایڈز کی طرح پھیلتا اور منتقل ہوتا ہے، یہ یرقان کی ایک قسم ہے اس بیماری کو عام بول چال میں کالا یرقان کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اس بیماری کا ایک اہم سبب ایک ''چھپا رستم'' خاموش قاتل جراثیم ہے۔...... اس وائرس کا نام viral Hepatitis ہے۔ یہ انسانی جگر میں پرورش پاتا اور جگر پر حملہ آور ہوتا ہے، اگر اس بیماری پر قابو نہ پایا گیا تو آئندہ دس برسوں میں اس کی شرح تین گنا سے بھی زیادہ ہوجانے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے ...... اس وائرس کی متعدد قسمیں بیان کی جاتی ہیں انکے نام انگریزی حرف تہجی پر رکھے گئے ہی جو A.B.C.E D. کے نام سے موسوم ہیں۔ ایک تجزیہ کے مطابق پاکستان میں ہیپا ٹائٹس .B سے .15 بلین سے زیادہ افراد متاثر ہیں، ہر دسواں پاکستانی اس وائرس کا حامل ہے۔ ہیپا ٹائٹس c کے چھ جینو ٹائپ ہیں، پاکستان میں جو افراد اس بیماری میں مبتلا ہیں ان میں 80% مریض جینو ٹائپ .3 سے متاثرہ قرار دیئے گئے ہیں، جینو ٹائپ .3 سب سے زیادہ قابلِ علاج ہے، جبکہ مغربی ممالک میں جینو ٹائپ .1 زیادہ عام ہے۔ ماہرینِ صحت کے مطابق ہیپا ٹائٹس کے حامل افراد بہت تیزی سے بڑھ رہے ہیں جس کا بڑا سبب وائرس سے غفلت اور لاعلمی بتایا جاتا ہے اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ عوام کو اس بیماری کے بارے میں زیادہ سے زیادہ آگاہ کیا جائے تاکہ اس مہلک وباء سے بچاؤ کیلئے بروقت مناسب اقدامات کئے جاسکیں۔ A قسم کا حملہ بچپن میں ہی اکثر ہوتا ہے۔ A. اور .E قسم کا ظاہری سبب عام طور سے منہ کے امراض، گندے پانی پینے، یا حفظانِ صحت کے اصولوں کے خلاف غذا، مکھیاں، بعض دفعہ مچھلی اور دودھ بھی اس وائرس کے پھیلاؤ کا سبب ہو سکتے ہیں۔ جبکہ .B.C. قسم نامناسب طور پر استعمال شدہ سرنج سے ٹیکہ لگوانے، کسی مریض کا خون لینے، آلاتِ جراحی، دانتوں کی سرجری، اور حجام سے شیونگ اور ختنہ کرانے، جسم گندھوانے Tatooing، مریض کا تولیہ اور دانتوں کا برش استعمال کرنے، جنسی تعلقات، نوزائیدہ بچوں میں متاثرہ ماں سے لاحق ہوجانا قرار دیا جاتا ہے۔ غیر ممالک میں یہ مرض منشیات کی کثرت اور جنسی بے راہ روی سے

فروغ پا رہا ہے، زہریلی اور خراب دوائیں جو کہ صحیح طبی اصولوں کے مطابق تیار نہ کی گئی ہوں، سنکھیا، پارا، شنگرف، کے مرکبات اور کشتہ جات وغیرہ، پیٹ کے کیڑے مارنے کی دوائیں پیراسٹامول بخار اور بدن کے درد کی غیر معیاری دواؤں کا استعمال بھی اس مرض کا ظاہری سبب ہوسکتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق سانس اور لعاب یا تھوک وغیرہ بھی اس بیماری کے منتقل ہونے کا ظاہری سبب ہوسکتے ہیں۔ آجکل نان الکحلک اسٹیٹو ہیپاٹائٹس یا مختصراً (NASH) نیش بھی بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہ مرض زیادہ تر 40 سال کی ان خواتین میں ہوتا ہے جو بہت موٹی ہوتی ہیں یا ان کے خون میں کولسٹرول بہت زیادہ ہوتی ہے، اسکا ظاہری سبب چکنائی سے بھرپور کھانے اور موٹاپا ہے۔

ڈاکٹر اینڈریو وِیل کا کہنا ہے (نیش) اور مٹاپے کی وجہ سے ہلاکتوں کا سلسلہ آئندہ 30 سے 40 سالوں میں ایک ایسا تباہ کن مسئلہ صحت بن جائے گا کہ جس سے نمٹنا ہمارے موجودہ نظامِ صحت وعلاج کے لئے بیحد مشکل ہوجائے گا، اگر صحیح وقت پر دیکھ بھال ہوجائے اور مریض کا ابتداہی میں مناسب علاج ہوتو مرض پر قابو پایا جاسکتا ہے انتقالِ خون سے پہلے مکمل طور پر خون کا معائنہ اور وائرس کی موجودگی کا ٹیسٹ ہونا ضروری ہے، بچوں کی صفائی کا خاص خیال رکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے، انجکشن کے بجائے کھانے والی دوا ہی کے استعمال کو ترجیح دی جائے اور اگر سخت مجبوری میں انجکشن لگوانا پڑ جائے تو استعمال شدہ سرنج ہرگز استعمال نہ کی جائے بہت سے ڈاکٹر صرف دو روپیہ کی سرنج کے لالچ میں یہ غلطی کر بیٹھتے ہیں، دانتوں کی سرجری میں استعمال شدہ سوئیوں سے علاج نہ کرائیں جب تک انھیں آدھا گھنٹہ تک 122 سینٹی گریڈ کی بھاپ سے صاف نہ کیا گیا ہو، حجام کی دکان سے اگر بال کٹوانے کی ضرورت پڑے پرانا استعمال شدہ بلیڈ استعمال کرنے سے گریز کریں، ختنہ سرجن سے کرائیں، تولیہ اور ٹوتھ برش وغیرہ کے مشترکہ استعمال سے بچیں، جسم گندھوانے .Tatooing سے اجتناب کریں، پانی ہمیشہ صاف اور اُبال کر پینے کی کوشش کریں، کھانا ہمیشہ سنت کے مطابق ہاتھ دھوکر ہی کھائیں اور حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق غذا استعمال کریں، بغیر معالج کے مشورہ کے کوئی بھی درد وغیرہ کی گولیاں خود تجویز نہ کریں۔

علامات: عموماً دو سے آٹھ ہفتوں کے بعد اس مرض کی علامات ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں اتنے عرصے میں جراثیم کے سبب جگر کافی متاثر ہوجاتا ہے۔ اگر کسی کو سر چکرانے، ہلکے بخار، بے چینی، جسم اور پیٹ میں درد، پیشاب کی پیلی رنگت، بھوک نہ لگنے تمبا کو نوش لوگوں کو سگریٹ کا بدذائقہ لگنے، جیسی علامات محسوس

ہوں تو فوراً ماہر مستند معالج سے یرقان کا معائنہ کرانا چاہئے۔ 62% مریضوں کو بعد میں جگر کا کینسر ہونے کا بھی امکان ہے جو اکثر جان لیوا بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ ایلوپیتھک کے علاوہ طبِ یونانی میں بھی اس مرض کا مؤثر اور قابلِ اطمینان علاج موجود ہے کیونکہ طبِ یونانی کی سینکڑوں سال پرانی کتابوں میں اس بیماری کا ذکر موجود ہے گو کہ اس کی موجودہ صورت نئی ہے۔ اس بیماری سے بچنے کے لئے معتبر حفاظتی ٹیکہ لگوائے جانے کو بھی مؤثر قرار دیا جاتا ہے۔ Email:faizankhanthanvi@hotmail.com

Idara Ghufran

اخبارِادارہ ادارہ

﴿......ادارہ کے شب وروز......﴾

□...... ہفتہ وار اصلاحی مجالس بروز اتوار بعد عصر حسب معمول یکم محرم ۔۸ر محرم ،۱۵محرم،۲۲رمحرم اور ۲۹ رمحرم کومنعقد ہوئیں ۔حضرت مفتی محمد رضوان صاحب (مدیر) ان مجالس میں بزرگانِ دین کی تعلیمات وارشادات ،ظاہری وباطنی اعمال کی اصلاح سے متعلق ارشادفرماتے ہیں۔

□...... یوم والدین کا ماہانہ جلسہ یکم محرم بروزاتوار بعد مغرب منعقد ہوا۔

□...... ہفتہ وار اصلاحی وتربیتی مجالس برائے اراکین ادارہ ۳رمحرم ،۱۰رمحرم ،۱۷محرم،۲۴رمحرم اور یکم صفر بروز منگل بعدظہر حسب معمول منعقد ہوئیں ۔جن میں اکابرواسلاف کی ہدایات وتعلیمات کے تناظر میں علماءواساتذہ کرام اور خدامِ دین کے لئے اصلاحی امور پر روشنی ڈالی گئی اور مروجہ کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی

□...... ہفتہ واراصلاحی مجالس برائے طلبہ ۴رمحرم،۱۱رمحرم،۱۸محرم،۲۵رمحرم بروز بدھ بعدظہر حسب معمول منعقد ہوئیں ۔جن میں طلبائے کرام کی تعلیم وتربیت سے متعلق بہت سے امور پر روشنی ڈالی گئی۔

□...... ہفتہ وار بزم ادب کی نشستیں برائے طلبہ ۶ رمحرم ۱۳رمحرم ،۲۰رمحرم بروز جمعہ بعد مغرب اور ۲۶ رمحرم بروز جمعرات بعدظہر منعقد ہوئیں اساتذۂ کرام کی نگرانی میں طلبائے کرام نے مختلف تربیتی امور میں حصہ لیا

□......ادارہ کے شعبہ ناظرہ کا سہ ماہی امتحان ۱۲رمحرم کو ہوا،اور دیگر تعلیمی شعبہ جات کے سہ ماہی تحریری و تقریری امتحانات ۲۸رمحرم سے شروع ہوکر یکم صفر تک جاری رہے۔

□......شعبہ حفظ کے دوطلبہ کرام محمداحسن (چکوال)اور محمدعثمان (سرحد) کے حفظ قرآن کی تکمیل کے موقع پر تقریب ۱۵رمحرم بروزاتوار بعدعصر منعقد ہوئی جس میں مختصر بیان اور بعد میں دعاء ہوئی۔

□......اساتذہ کرام کے لئے ’’اصلاح تحریر وتقریر‘‘ سے متعلق ہفتہ وار نشستیں ۷رمحرم ۱۴رمحرم ۲۱رمحرم بروز ہفتہ بعد مغرب دارالافتاء کے زیر اہتمام منعقد ہوئیں۔

□...... ماہانہ درس قرآن برائے خواتین کی نشست ۲۲رمحرم بروزاتوار دوپہر ۱۰تا گیارہ منعقد ہوئی ۔مفتی محمد یونس صاحب نے درس دیا۔

□......معروف عالم دین مولانا عبدالروؤف صدیقی صاحب (خطیب مسجد الکوثر واہ کینٹ) ۳۰محرم بروز پیر بعدظہر ادارہ میں تشریف لائے ۔اورادارہ غفران کے مجوزہ نصاب سے متعلق گفتگوفرمائی۔

اخبارِ عالم چیدہ۔چیدہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات،حادثات وتغیرات

✍ مقبوضہ کشمیر ضلع کپواڑہ تحصیل سوگام علاقہ چٹی گام میں راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے حافظ عدیل احمد عرف صلاح الدین ولد افتخار احمد صراف 25 فروری کو جام شہادت نوش فرما گئے۔ ✍ **2 مارچ**: مرغیوں کے بعد بکروں کو بھی برڈ فلو ہونے لگا۔وٹرنری ڈاکٹر حامد جلیل ✍ **3 مارچ**:بغداد اور کربلا میں خودکش حملے،مرنے والوں کی تعداد 271 ہوگئی ،سینکڑوں موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا★ کوئٹہ دہشتگردی 50 افراد جاں بحق ،مجرموں کی شناخت ہوگئی ★ پاڑہ چنار:امام بارگاہ میں آتشزدگی اور بھگدڑ ، 5 بچوں سمیت 13 جاں بحق ✍ **4 مارچ**:تعطیل اخبارات ✍ **5 مارچ**:بحری جہاز خریداری کیس:پاک بحریہ کے سابق سربراہ منصور الحق کی سزا ختم،بری کردیا گیا★ ٹانک:امام بارگاہ میں بم دھماکہ مرکزی دروازے کے پرخچے اڑ گئے ★ فرانسیسی سینٹ: تعلیمی اداروں میں حجاب سمیت دیگر مذہبی علامات پر پابندی کا بل منظور ✍ **6 مارچ**:حکومت پنجاب نے گوہر شاہی کی متنازعہ کتاب ''دین الٰہی'' کی تقسیم اور فروخت پر پابندی عائد کردی ✍ **7 مارچ**:کراچی میں پیپلز پارٹی پارلیمنٹیریز کارکن صوبائی اسمبلی ڈرائیور سمیت قتل ہنگامے پھوٹ پڑے 9 گاڑیاں 1 ہوٹل نذر آتش ★ سابق پرنسپل انفارمیشن (پی آئی او) اشفاق گوندل کو وزیر اعظم کا پریس سیکرٹری بنادیا گیا★ گوانتانا موبے میں قید 5 مسلمان برطانوی شہری رہا ✍ **8 مارچ**:پسرور میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی پر 32 افراد کے خلاف مقدمہ درج ★ الیکشن کمیشن نے ووٹر فارم میں ختم نبوت کا حلف نامہ عملاً بحال کردیا ✍ **9 مارچ**:عراقی گورننگ کونسل نے ملک کے نئے عبوری آئین پر دستخط کردیے ✍ **10 مارچ**:شاہین ٹو میزائل کا کامیاب تجربہ 2 ہزار کلومیٹر دور ہدف کو نشانہ بنایا گیا ✍ **11 مارچ**:وفاقی کابینہ کا اجلاس آسٹریلوی گندم مسترد ،لوہا ،سیمنٹ سستا کرنے کا حکم ✍ **12 مارچ**:سپین: 4 ٹرینوں میں 10 بم دھماکے 202 ہلاک 1200 سے زائد زخمی ✍ **13 مارچ**:جنوبی کوریا:پارلیمنٹ نے مواخذے کی تحریک منظور کرکے صدر کو معطل کردیا★ مسلمانوں کے حوالے سے امریکی پالیسیاں تضادات پرمبنی ہیں،انڈونیشیا ✍ **14 مارچ**:امن کی طرف ایک اور قدم: پاکستان کا دفاعی بجٹ منجمد بھارت کو فوجوں میں دوطرفہ کمی کی پیشکش★ قائد اعظم ٹاؤن راولپنڈی: سوکھی جوار میں شرارتاً بچے کی ماچس سلگانے کی وجہ سے آگ لگ گئی 3 بچے زندہ جل گئے ✍

15 مارچ: اسرائیلی بندرگاہ پر دو فدائی حملے، 11 یہودی ہلاک 18 زخمی حماس نے ذمہ داری قبول کرلی ✍ **16 مارچ**: سپین میں سوشلسٹ پارٹی کامیاب: عراق جنگ غلطی تھی، جون تک ہسپانوی فوج واپس بلانے کا اعلان ★ ہیٹی کے معزول صدر نے جلاوطنی ختم کردی، جمیکا روانہ ✍ **17 مارچ**: وانا میں آپریشن 12 ایف سی اہلکاروں سمیت 36 جاں بحق ★ کیوبا سے 3 پاکستانی اور 23 افغانیوں سمیت 26 افراد رہا 610 مسلمان ابھی پنجروں میں قید ہیں ✍ **18 مارچ**: وانا میں کرفیو کا سماں: مزید 7 سپاہی چل بسے 4 توپوں سمیت 19 فوجی گاڑیاں نذر آتش ★ بغداد: کاربم دھماکہ 36 ہلاک، ہوٹل کی 5 منزلہ عمارت ملبے کا ڈھیر 50 سے زائد زخمی ★ نگران اعلیٰ روزنامہ اسلام کے سرپرست ممتاز عالم دین پیر طریقت مولانا جمیل الحسن 63 سال کی عمر میں لاہور میں انتقال کرگئے ✍ **19 مارچ**: یوم پاکستان کے موقعہ پر عمر قید کے قیدیوں کی سزا میں 90 اور باقی قیدیوں کی سزا میں 40 روز کی تخفیف کا اعلان ★ امریکی فوجیں صلیبی جنگ کے مقصد سے عراق آئی ہیں، عراقی عالمِ دین ✍ **20 مارچ**: کرکٹ سیریز اور امتحانات، طلباء پڑھائی چھوڑ کر میچ دیکھنے لگے والدین پریشان، میٹرک اور بی اے کے طلباء کا قیمتی سال ضائع ہونے کا خدشہ، طلباء میچ کے لئے پرچے ادھورے چھوڑنے لگے، والدین کا سیریز ملتوی کرنے کا مطالبہ ✍ **21 مارچ**: عراقی جنگ کا ایک سال: برطانیہ سپین، بھارت، اٹلی، جاپان سمیت دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف مظاہرے ★ وانا پر بارود کی بارش ایک ہی خاندان کے 12 افراد سمیت 34 جاں بحق ✍ **22 مارچ**: افغانستان: ہرات میں بغاوت وزیر سمیت 300 قتل 1000 زخمی ★ وانا آپریشن میں فوجی حرام موت مر رہے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ جائز نہیں، علما، 70 علمائے کرام نے دستخط کردیئے، مزید 500 علماء سے تائید حاصل کی جائے گی، اسلام آباد میں منعقدہ اجلاس میں فیصلہ ✍ **23 مارچ**: وانا: فوجی کانوائے پر حملہ 23 جوان جاں بحق متعدد گاڑیاں اور آئل ٹینکر تباہ ★ فلسطین کی جہادی اور رفاہی تنظیم کے روحانی رہنما شیخ احمد یٰسین نماز فجر کی ادائیگی کے بعد مسجد سے وہیل چیئر پر نکلتے ہوئے اسرائیلی ہیلی کوپٹر حملہ میں شہید، جنازہ میں 5 لاکھ افراد کی شرکت، دنیا بھر کی طرف سے اس دہشت گردی کی مذمت ان کی عمر 67 برس تھی، 1938 میں فلسطین میں پیدا ہوئے، بچپن میں ایک حادثہ کے نتیجے میں وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوگئے تھے جامعہ الازہر سے تعلیم حاصل کی اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے لئے وقف کردی تھی، شیخ احمد یاسین کا قتل اسرائیلی حکومت کا سنگین ترین جرم ہے، فلسطینی وزیر اعظم، فلسطینی اتھارٹی نے تین روزہ سوگ کا اعلان کردیا، الفتح تنظیم کی طرف سے اعلان جنگ ★ افغانستان: ہرات میں بغاوت ناکام، اسماعیل خان کا کنٹرول مستحکم۔

Iqra Ghufran